بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"إذا أراد الله أمراً هيّأ له أسبابه"

جب اللہ کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے

شہید شیخ انور العولقی رحمہ اللہ وتقبلہ

کے قیمتی عربی لیکچر کا تحریری اردو ترجمہ

[لیکچر کا دورانیہ: ایک گھنٹہ پانچ منٹ]

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الحمد للہ و الصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرًا

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، رحمت و سلامتی ہو ہمارے آقا محمد پر اور ان کے آل و اصحاب پر اور کثرت کے ساتھ درود و تسلیم ہو

برادرنِ گرامی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اِس لیکچر کا عنوان ہے **''إذا أراد الله أمراً هيّأ له أسبابه''** (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے)، اور یہ عنوان ابن اثیر کے کلام میں سے اقتباس لیا گیا ہے جو انہوں نے تاریخ پر لکھی اپنی کتاب ''الکامل'' میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں ''إذا أراد الله أمراً هيّأ له أسبابه'' (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے)۔ ہم اس قاعدے پر اِس سیاق و سباق کو مد نظر رکھ کر گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ عزّ و جل اُمّت کے لئے نصرت چاہتے ہیں لہٰذا اللہ عزّ و جل آج نصرت کے اسباب مہیا فرما رہے ہیں۔

پہلی بات: کیا اللہ عزّ و جل نے اس امت کو مدد دلانے کا وعدہ فرمایا ہے؟ جی ہاں، اللہ عزّ و جل فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ○ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ○﴾ [الأنبياء 21: 105-106]

''اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔ (105) عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں ایک بڑا پیغام ہے۔ (106)''

یہ اللہ کا وعدہ ہے جو اس نے زبور میں نازل فرمایا؛ زبور سیدنا داوٗد (علیہ السلام) پر نازل ہوئی:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ○ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ○﴾ [الأنبياء 21: 105-106]

"اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔ (105) عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں ایک بڑا پیغام ہے۔ (106)"

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ○ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ○ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ○﴾ [الصافات 37: 171-173]

"اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے۔ (171) کہ یقیناً وہ ہی مدد کیے جائیں گے۔ (172) اور ہمارا ہی لشکر غالب (اور برتر) رہے گا۔ (173)"

اللہ عزّ و جل کا وعدہ اپنے رسولوں کی مدد کا بھی ہے اور یہ کہ اللہ عزّ و جل کے سپاہی ہی غالب ہیں۔ یہ اللہ کا اُمّت کو مدد دینے کا وعدہ ہے۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○﴾ [الصف 61: 8]

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں، اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے، اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔"

اللہ کا نور پورا ہو کر رہے گا، باوجودیکہ کافر اس بات سے خوش نہیں... لیکن یہ پورا ہو کر رہے گا... یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا:

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا...﴾ [الأعراف 7: 128]

"موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو..."

اُنہیں اللہ کی مدد لینے کا حکم دے رہے ہیں۔

’’اسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ.‘‘[1]

’’اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو۔‘‘

صبر کرو، کہ بلاشبہ مدد صبر سے آتی ہے، ’’إنّ النصرَ مع الصبر.‘‘[2] بے شک مدد صبر کے ساتھ ہے۔

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاء مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾ [الأعراف 7: 128]

’’موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنادے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔‘‘

زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا مالک ہے، ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا ہے۔ آج زمین کسی کافر کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے مگر معاملے کے آخر میں یہ واپس متقین کے ہاتھوں میں چلی جائے گی۔ ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں!

---

[1] ’’عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف، وفي كل خير. احرص على ما ينفعك واستعن بالله ولا تعجز، وإن أصابك شيء فلا تقل: لو أني فعلت كذا كان كذا وكذا لكن قل: قدر الله وما شاء فعل؛ فإن لو تفتح عمل الشيطان.‘‘ [صحيح مسلم: 2664]

’’سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک طاقتور مومن ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر اور بھلائی ہے۔ تم ان کاموں کی حرص کرو جو تمہارے لئے مفید ہیں۔ (یعنی آخرت میں کام دیں) اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو اور جو تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو یوں مت کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا یا ایسا کرتا تو یہ مصیبت نہ آتی، لیکن یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا جو اس نے چاہا کیا، کیونکہ اگر مگر کرنا شیطان کے لئے راہ کھول دیتا ہے۔‘‘ [صحیح مسلم: 2664]

[2] ’’عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كنت رديف النبي ﷺ فقال يا غلام أو يا غليم ألا أعلمك كلمات ينفعك الله بهن فقلت بلى فقال احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده أمامك تعرف إليه في الرخاء يعرفك في الشدة و إذا استعنت فاستعن بالله قد جف القلم بما هو كائن فلو أن الخلق كلهم جميعا أرادوا أن ينفعوك بشيء لم يكتبه الله عليك لم يقدروا عليه و إن أرادوا أن يضروك بشيء لم يكتبه الله عليك لم يقدروا عليه واعلم أن في الصبر على ما تكره خيرا كثيرا و أن النصر مع الصبر و أن الفرج مع الكرب و أن مع العسر يسرا.‘‘ [مسند احمد: 2664]

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن کے ذریعے اللہ تمہیں فائدہ دے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، تم اسے خوشحالی میں یاد رکھو وہ تمہیں تکلیف کے وقت یاد رکھے گا، جب مانگو اللہ سے مانگو، جب مدد چاہو اللہ سے چاہو، اور جان رکھو! کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں نفع پہنچانا چاہے تو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ سارے مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے، اور یاد رکھو! مصائب پر صبر کرنے میں بڑی خیر ہے کیونکہ مدد صبر کے ساتھ ہے، کشادگی تنگی کے ساتھ ہے اور آسانی سختی کے ساتھ ہے۔‘‘ [مسند احمد: 2664]

آخر میں... کتابِ تاریخ کے آخری باب میں معاملہ مؤمنینِ متقین کے حق میں ہو گا۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝﴾ [النور 24: 55]

”تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ مستحکم کرکے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔“

اللہ عزّ و جل کی جانب سے وعدہ ہے کہ کہ وہ اُن لوگوں کو خلافت عطا فرمائے گا جو ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے... ایمان اور عمل صالح کا ہونا لازمی ہے... پس یہ آیات بطور دلیل کافی ہیں کہ اللہ عزّ و جل اِس اُمّت کی مدد فرمائیں گے، ایک نہیں دو نہیں بلکہ (اِس موضوع پر) بے شمار آیات ہیں! سو اب ہم احادیثِ مصطفی کی جانب منتقل ہوتے ہیں، بعض احادیثِ مصطفی ﷺ جن میں اِس اُمّت سے مدد کا وعدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے تاریخ پر ایک مختصر حدیث میں ذکر کیا ہے، اور یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔ رسول اللہ –صلوات اللہ وسلامہ علیہ– نے فرمایا:

”ستكونُ فيكم النبّوة ما شاء الله أن تكون، ثم ينزعها الله إذا شاءَ أن ينزعها، ثُمَّ تكونُ خلافة راشدة فتكونُ فيكم ما شاء الله أن تكون ثم ينزعها الله إذا شاء أن ينزعها، ثم تكونُ مُلكًا عضوضًا فتكون فيكم ما شاء الله أن تكون ثم ينزعها الله إذا شاء أن ينزعها، ثُمَّ تكونُ مُلكًا أو حُكمًا جبريًّا فتكونُ فيكم ما شاء الله أن تكون ثم ينزعها الله إذا شاء أن ينزعها، ثم تكونُ خلافة على منهاج النبّوة.“[3]

---

[3] ”عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ ، قال : كنا قعودا في المسجد مع رسول الله ﷺ، وكان بشير رجلا يكف حديثه ، فجاء أبو ثعلبة الخشني ، فقال : يا بشير بن سعد ، أتحفظ حديث رسول الله ﷺ في الأمراء ؟ فقال حذيفة : أنا أحفظ خطبته ، فجلس أبو ثعلبة ، فقال حذيفة :قال رسول الله ﷺ: ”تكون النبوة فيكم ما شاء الله أن تكون ، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها ، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ، فتكون ما شاء الله أن تكون ، ثم

”جب تک اللہ کو منظور ہو گا تمہارے درمیان نبوت موجود رہے گی، پھر اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا، پھر خلافت راشدہ ہو گی اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہو گا، پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا، پھر کاٹ کھانے والی حکومت ہو گی، اور وہ بھی اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہو گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھا لے گا، اس کے بعد ظلم کی حکومت ہو گی اور وہ بھی اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہو گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھا لے گا، پھر طریقۂ نبوت پر گامزن خلافت آجائے گی۔“

یہ تاریخ کا خلاصہ ہے...

پہلا مرحلہ: نبوّت

محمد – صلوات اللہ وسلامہ علیہ – کی نبوّت۔ پھر اِس کے بعد خلافت راشدہ ہے جو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے شروع ہوئی اور علی بن ابو طالب (رضی اللہ عنہ) پر ختم ہوئی، پھر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما تھے جو مؤرخین کے کہنے کے مطابق اسلام کے بادشاہوں میں سب سے پہلے (بادشاہ) تھے۔

يرفعها إذا شاء الله أن يرفعها ، ثم تكون ملكا عاضا ، فيكون ما شاء الله أن يكون ، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها ، ثم تكون ملكا جبرية ، فتكون ما شاء الله أن تكون ، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها ، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ثم سكت.'' قال حبيب : فلما قام عمر بن عبد العزيز ، وكان يزيد بن النعمان بن بشير في صحابته ، فكتبت إليه بهذا الحديث أذكره إياه ، فقلت له : إني أرجو أن يكون أمير المؤمنين ، يعني عمر ، بعد الملك العاض والجبرية ، فأدخل كتابي على عمر بن عبد العزيز ، فسر به ، وأعجبه.'' [مسند احمد: 17939]

وروى الحديث أيضًا الطيالسي والبيهقي في منهاج النبوة ، والطبري ، والحديث صححه الألباني في السلسلة الصحيحة ، وحسنه الأرناؤوط .

”حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، بشیر اپنی احادیث روک کر رکھتے تھے، ہماری مجلس میں ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے کہ اے بشیر بن سعد! کیا آپ کو امراء کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ یاد ہے، حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تک اللہ کو منظور ہو گا تمہارے درمیان نبوت موجود رہے گی، پھر اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا، پھر طریقۂ نبوت پر گامزن خلافت ہو گی اور وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہو گا، پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا، پھر کاٹ کھانے والی حکومت ہو گی، اور وہ بھی اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہو گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھا لے گا، اس کے بعد ظلم کی حکومت ہو گی اور وہ بھی اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ کو منظور ہو گا، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھا لے گا، پھر طریقۂ نبوت پر گامزن خلافت آجائے گی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔“ راوی حدیث حبیب کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو یزید بن نعمان رضی اللہ عنہ ان کے مشیر بنے، میں نے یزید بن نعمان کو یاد دہانی کرانے کے لئے خط میں یہ حدیث لکھ کر بھیجی اور آخر میں لکھا کہ مجھے امید ہے کہ امیر المؤمنین کی حکومت کاٹ کھانے والی حکومت اور ظلم والی حکومت کے بعد آئی ہے، یزید بن نعمان نے میرا یہ خط امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کیا جسے پڑھ کر وہ بہت خوش اور مسرور ہوئے۔“ [مسند احمد: 17939]

اس حدیث کو الطیالسی نے، بیہقی نے منہاج النبوۃ میں، اور طبری نے بھی روایت کیا ہے، البانی نے السلسلہ الصحیحہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ارناووط نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

اموی حکومت تقریباً ایک صدی کے زمانے پر محیط رہی، پھر عباسی حکومت آگئی اور یہ بھی بادشاہت تھی، پھر اِس کے بعد ممالیک آئے اگرچہ یہ خلیفہ عباسی صوری کے سایے تلے حکومت کر رہے تھے، پھر اِس کے بعد عثمانی آئے جنہوں نے اپنے اقتدار کے آغاز میں سلطانیت کی لیکن بعد میں خلافت کے نام سے موسوم ہوئے... پہلے سلطان کہلاتے تھے لیکن پھر اِس کے بعد اخیر میں خلیفہ کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ اور یہ مرحلہ بادشاہت کا مرحلہ ہے جس میں درمیان میں کہیں کہیں کاٹ کھانے والی بادشاہت کے دورانیے آئے، یعنی جن میں بہت سختی ہوئی... لوگوں پر سختی ہوئی... مگر وہ (حکمران) بحیثیت مجموعی اللہ عزّ وجل کی کتاب کو نافذ کرتے تھے... تب جبر (تو) تھا... ظلم (بھی) تھا... مگر وہ بحیثیت مجموعی امورِ اُمّت پر قائم تھے... جہاد فی سبیل اللہ کرتے، سرحدوں کی حفاظت کرتے، اُمّت کی مقدسات کا دفاع کرتے، مسلمان کے مفاد کی حرص کرتے، اللہ عزّ وجل کی حدود کو قائم کرتے، شریعت کو قائم کرتے ... مگر بسا اوقات ایسی خلاف ورزیاں بھی سرزد ہوتیں جو ظلم وفجور کے باب میں آتی ہیں۔

پھر اس کے بعد وہ مرحلہ شروع ہوا جس کا نام حدیث میں جبری بادشاہت یا حکومت رکھا گیا ہے، یعنی آمریت (ڈیکٹیٹر شِپ) جو جبر کے ساتھ لوگوں پر دھونس زبردستی کرے، اور آج ہم اسی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اسلامی خلافت کا سقوط ہو گیا اور ہم چھوٹے چھوٹے ملکوں گروہوں میں تبدیل ہو گئے، ہر ملک' اپنی ملکیت میں جو حدود ہیں انہی پر خوش و مطمئن ہے، اور وہ وحدتِ اُمّت کی جانب نظر نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے حصول کی خاطر کوشش کرتا ہے، اور نہ ہی دوسری اقوام کو اسلام کی جانب دعوت دیتا ہے، اور نہ ہی گرمیوں کے حملوں اور نہ سردیوں کی یلغاروں کے لئے لشکر بھیجتا ہے، جیسا کہ اُمّت کی ساری تاریخ میں خلفاء کرتے تھے، جس (امر) کے بارے میں بعض فقہاء نے کہا ہے:

"يجب على الخليفة أن يغزو العدوّ مرة أو مرتين على الأقل في السنة."

''خلیفہ پر واجب ہے کہ دشمن پر سال میں کم از کم ایک یا دو مرتبہ حملہ کرے۔''

اور یہ (حملے) ''الصوائف'' (موسم گرما کے حملوں) کے نام سے موسوم تھے۔ وہ گرمیوں میں فوجیں بھیجتے تھے تا کہ روم سے رومی بازنطینی ریاست میں جہاد کریں جس کا دار الخلافہ قسطنطنیہ تھا، جسے ہم آج اسطنبول کے نام سے پکارتے ہیں۔

اس مرحلے کے بعد پھر کیا ہے؟

رسول اللہ –صلوات اللہ وسلامہ علیہ – فرماتے ہیں: ''ثُمَّ تکونُ خلافة علی منهاج النبوّة.'' **''پھر طریقۂ نبوت پر گامزن خلافت راشدہ ہوگی''**، اور یہ تاریخ کا آخری باب ہے...خلافة علی منهاج النبوّة۔ پس اس حدیث میں وعدہ ہے کہ اللہ عزّوجل اس اُمّت کی مدد فرمائیں گے۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ–صلوات اللہ وسلامہ علیہ – فرماتے ہیں:

''فيبلغُ هذا الدِّين ما بلغَ اللّيلُ والنّهار.''[4]

''یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہے۔''

اس بات کا کیا مطلب ہے؟

یعنی جہاں تک رات اپنی تاریکی کے ساتھ پہنچی ہے اور دن اپنی روشنی کے ساتھ پہنچا ہے اسلام بھی وہاں تک پہنچے گا۔ کیا اس دنیا میں کوئی بھی ایسا چپّہ ہے جہاں تک رات یا دن نہ پہنچے؟ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ساری دنیا تک پہنچ کر رہے گا۔ پھر رسول اللہ – صلوات اللہ وسلامہ علیہ –فرماتے ہیں:

''ولا يتركُ الله بيتَ مدرٍ ولا وبر (أي الحضر والريف) إلا أدخله الله الإسلام.''[5]

''اور اللہ کوئی کچا پکا گھر (یعنی شہر یا دیہات) ایسا نہیں چھوڑے گا جہاں اسلام کو داخل نہ کر دے۔''

---

[4] ''عن تميم الداري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ''ليبلغن هذا الأمر ما بلغ الليل والنهار ولا يترك الله بيت مدر ولا وبر إلا أدخله الله هذا الدين بعز عزيز أو بذل ذليل عزاً يعز الله به الإسلام وذلاً يذل الله به الكفر.'' وكان تميم الداري يقول: قد عرفت ذلك في أهل بيتي لقد أصاب من أسلم منهم الخير والشرف والعز ولقد أصاب من كان منهم كافراً الذل والصغار والجزية.''

[رواه احمد، الطبراني، حاكم، بيهقي وغيرهم۔ وصححه الألباني في السلسلة الصحيحة]

''تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہے، اور اللہ کوئی کچا پکا گھر ایسا نہیں چھوڑے گا جہاں اس دین کو داخل نہ کر دے، عزت والے کو عزت دے کر یا ذلت والے کو ذلیل و خوار کر کے (یعنی خواہ اسے عزت کے ساتھ قبول کر لیا جائے یا اسے رد کر کے ذلت قبول کر لی جائے)، ایسی عزت کہ جس کے ذریعے اللہ اسلام کو عزت عطا فرمائے گا اور ایسی ذلت کہ جس سے اللہ کفر کو ذلیل کر دے گا۔'' تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اس امر کی معرفت حقیقی اپنے اہلِ خانہ میں ہی نظر آ گئی، کہ ان میں سے جو مسلمان ہو گیا اسے خیر شرافت اور عزت نصیب ہوئی اور جو کافر رہا اسے ذلت رسوائی اور ٹیکس نصیب ہوئے۔''

[اسے احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ان کے علاوہ دیگر نے روایت کیا ہے۔ البانی نے اسے السلسلہ الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے۔]

[5] ایضاً۔

پس اسلام ہر گھر میں داخل ہو گا... ہر گھر میں... اسلام کی دعوت اہلِ دنیا کے تمام گھروں میں پہنچے گی... تمام اہلِ زمین تک، عزت والے کو عزت دے کر یا ذلت والے کو ذلیل وخوار کر کے... ایسی عزت کہ جس کے ذریعے اللہ اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت عطا فرمائے گا اور ایسی ذلت کہ جس کے ذریعے اللہ شرک اور اہلِ شرک کو ذلیل کر دے گا۔ یعنی بے شک یہ اسلام ہر گھر میں داخل ہو گا، یا تو عزت کے ساتھ، یعنی کہ وہ اسلام کو منتخب کریں گے تو اللہ عزّ وجل اس کے ذریعے انہیں عزت دے گا، یا ذلت کے ساتھ، یعنی کہ وہ (اسلام کی) فتح کے ذریعے اس کے سامنے چار وناچار مجبور ہوں گے۔ یہ حدیث (اسلام کی) دعوت کے پھیلنے کی دلیل ہے۔

ایک اور حدیث ہے... کیونکہ ہو سکتا ہے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اسلام کا پھیلنا دعوتی پھیلاؤ ہے مگر اسلام کا اقتدار اور زمین میں اللہ عزّ وجل کا حکم پوری زمین تک نہیں پہنچے گا! نہیں! ایک اور حدیث ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

”إن الله زوى لي الأرض (أي جمعها لي)... فرأيتُ أن مُلك أمّتي سيبلُغُ ما زُويَ لي منها...“[6]

”اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا (یعنی سب زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا)... تو میں نے دیکھا کہ میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے دکھلائی گئی... “

سلطنت، پہلی حدیث دعوت (وتبلیغ) کے بارے میں ہے اور یہ حدیث سلطنت کے بارے میں، یعنی کہ دعوت پوری زمین میں پھیلے گی اور سلطنت بھی پوری زمین تک پہنچے گی۔ یہ ہمارے لئے عظیم خوشخبریاں ہیں، اور یہاں ہم ذرا بنیادی موضوع سے ہٹ کر بات کرتے ہیں... سبحان اللہ! کبھی کبھی خوشخبریاں اُمّت کو تاریک ترین اور شدید ترین حالات میں آتیں، چنانچہ بعض کے لئے تو

---

[6] ”عن ثوبان رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله زوى لي الأرض، فرأيت مشارقها ومغاربها، وإن أمتي سيبلغ ملكها ما زوي لي منها، وأعطيت الكنزين الأحمر والأبيض، وإني سألت ربي لأمتي أن لا يهلكها بسنة عامة، وأن لا يسلط عليهم عدوا من سوى أنفسهم فيستبيح بيضتهم، وإن ربي قال يا محمد: إني إذا قضيت قضاء، فإنه لا يرد وإني أعطيتك لأمتك أن لا أهلكهم بسنة عامة، وأن لا أسلط عليهم عدوا من سوى أنفسهم يستبيح بيضتهم، ولو اجتمع عليهم من بأقطارها - أو قال: من بين أقطارها - حتى يكون بعضهم يهلك بعضا ويسبي بعضهم بعضا.“ [صحيح مسلم: 2889]

”ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا (یعنی سب زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا) تو میں نے اس کا مشرق و مغرب دیکھا اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے دکھلائی گئی اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیئے گئے (یعنی سونا اور چاندی یا قیصر وکسریٰ کے خزانے)۔ اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرنا اور ان پر کوئی غیر دشمن ایسا غالب نہ کرنا کہ ان کا جتھا ٹوٹ جائے اور ان کی جڑ کٹ جائے (یعنی بالکل نیست ونابود نہ ہو جائیں)۔ میرے رب نے فرمایا کہ اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں پھر وہ نہیں پلٹتا اور میں نے تیری یہ دعائیں قبول کیں اور تیری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کروں گا نہ ان پر کوئی غیر دشمن جو اُن میں سے نہ ہو، ایسا غالب کروں گا کہ جو اُن کی جڑ کاٹ دے، اگرچہ زمین کے تمام لوگ (مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے) اکٹھے ہو جائیں (مگر اُن کو تباہ نہ کر سکیں گے) یہاں تک کہ خود مسلمان ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قید کریں گے۔“ [صحیح مسلم: 2889]

خوشخبری ہوتی اور اس کے ذریعے سینے کھل جاتے (یعنی شرحِ صدر ہو جاتا)، اور بعض کے لئے آزمائش ہوتی اور اس کے ذریعے وہ فتنے میں ڈالے جاتے کیونکہ وہ دیکھتے کہ حقیقتِ حال تو اس وعدے یا اس خوشخبری کی تصدیق نہیں کر رہی۔

چنانچہ، مثال کے طور پر جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو اُس وقت فارس اور روم اور یمن کی فتح کی خوشخبری دی... جب خندق کھودتے ہوئے اُن کے سامنے ایک بڑی چٹان آگئی... تو (اس وقت) رسول اللہ ﷺ نے انہیں اِن عظیم فتوحات کی خوشخبری دی، جبکہ اُس وقت وہ قریش اور (قبیلہ) غطفان اور شہر کے اندر موجود یہود کے ہاتھوں (ہر طرف سے گِھرے ہوئے اور) محصور تھے، تو منافقین میں سے ایک نے کہا: **"أحدنا لا يأمن على قضاء حاجته! ومحمدٌ يخبرنا بفتح فارس والروم!"**، **"ہم میں سے کوئی بھی بے خوف و خطر اپنی قضائے حاجت کے لئے تو نکل نہیں سکتا اور محمد (ﷺ) ہمیں فارس و روم کی فتح کی خبر دے رہے ہیں!"**

پس یہ آزمائش ہے، لوگوں کے لئے امتحان ہے... مؤمن تو اِس پر خوش ہو گا اور کہے گا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے اس کا وعدہ کیا ہے، اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے سچ بولا ہے، اللہ عزّ و جل کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ جبکہ منافق کہے گا کہ یہ غیر منطقی بات ہے، یہ غیر واقعی بات ہے، یہ خوابیں ہیں، آپ خوابیں دیکھ رہے ہیں، اُمّت کمزور ہے، یورپ پہنچ گیا ہے اور امریکہ پہنچ گیا ہے... آپ اکثر یہ بات سنتے ہیں کہ امریکہ خلا میں پہنچ گیا ہے اور یورپ خلا میں پہنچ گیا ہے... جیسے کہ یہ خلا رحمٰن کے عرش سے بھی اوپر ہو...!

﴿وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا...﴾ [القصص28: 5]

"پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا..."

اللہ عزّ و جل کمزوروں پر احسان کرنا چاہتے ہیں، اور کمزور اس وقت تک کمزور نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اُس کا دشمن اُس سے زیادہ قوی ہو۔ اس لئے کہ مؤمنوں پر اللہ عزّ و جل کی نعمت ظاہر ہو' وہ کمزوری کی حالت میں ڈھال دیئے جاتے ہیں؛ تھوڑا سا اسلحہ اور تھوڑا سا ساز و سامان... اور جس قدر استطاعت ہو اتنی تیاری اور تھوڑی سی تعداد... کیونکہ اگر لڑائی برابر کی ہو تو لوگ کامیابی کو دنیاوی اسباب کے ساتھ جوڑ دیں گے... کہیں گے کہ بہترین عسکری تربیت کی وجہ سے یا ترقی یافتہ اسلحے کی وجہ سے کامیابی ہوئی... مگر جب مسلمان اور اس کے دشمن کے درمیان انتہائی نمایاں فرق ہو اور وسیع تفاوت ہو... تو پھر یہاں کامیابی کی صورت میں اُن پر رب کا احسان ظاہر ہوتا ہے۔

﴿...كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّهِ...﴾ [البقرة2: 249]

”...بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہیں...“

اسی لئے اللہ عزّوجل نے موسیٰ اور اُن کے ساتھ والوں کو کمزوری کی حالت میں رکھا اور فرعون کو اپنے زمانے میں اہلِ زمین میں اعلیٰ ترین بنایا...

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ...﴾ [القصص28: 4]

”یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی...“

﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى ۝﴾ [النازعات79: 24]

”تو کہنے لگا کہ تم سب کا رب میں ہی ہوں۔“

﴿...مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرِي...﴾ [القصص28: 38]

”...میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا...“

﴿وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝﴾ [القصص28: 5-6]

”پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انہیں کو پیشوا اور (زمین کا) وارث بنائیں۔ (5) اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت و اختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔ (6)“

... تاکہ ربّانی احسان اور نعمت ظاہر ہو۔

ہم نے ابھی یہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں کامیابی کی خوشخبری ہے اور اس بات پر متفق ہیں کہ کامیابی حاصل ہو کر رہے گی، کسی بھی مؤمن کو لازماً اس پر یقین رکھنا چاہیئے... بلاشبہ اللہ عزّوجل اس اُمّت کو فتحیاب کریں گے، یہ اُمّت کامیاب ہو گی، اور اپنے دشمنوں پر دنیا بھر میں کامیاب ہو گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کب؟! بعض کہیں گے کہ ہم اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ فتح آنے والی ہے لیکن

یہ ابھی دور ہے... ہم اس حالت میں کامیاب نہیں ہو سکتے جبکہ اُمّت تفرقے میں پڑی ہے اور کمزور ہے، اور دشمن مجتمع ہے اور اقتدار اُس کے ہاتھ میں ہے، اور اُس کی فوج میں زبردست طاقت ہے... لہٰذا یہ معاملہ (کامیابی) ابھی بہت دور ہے۔

ہم کہتے ہیں، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ کامیابی باذن اللہ آرہی ہے اور قریب ہے... آرہی ہے اور قریب ہے۔ اور اس بارے میں ہم اُن دلائل اور قرائن کا ذکر کرتے ہیں جن میں ہمارے لئے یہ خوشخبری ہے کہ باذن اللہ یہ معاملہ قریب ہے دور نہیں ہے۔

پہلا واقعہ... اگر اللہ کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے، اللہ عزّو جل نے اُمّت سے نصرت و مدد کا وعدہ کیا ہے۔ پہلے ہم تاریخ میں سے اُن مثالوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس اصول پر مبنی ہیں، پھر ہم آج کی حقیقتِ حال پر نظر دوڑائیں گے۔

رسول اللہ – صلوات اللہ وسلامہ علیہ – نے مکہ میں دعوت دی... مکہ میں اپنی قوم کو دعوت دی، وہ اپنا آپ (اپنی دعوتِ اسلام) قبائل کے سامنے پیش کرتے، جب انہوں نے دیکھا کہ قریش میں اُن کی قوم اُن کی مدد نہیں کر رہی، اور اُن پر اور مسلمانوں پر حالات سخت ہو گئے ہیں تو وہ مجبور ہو گئے کہ اپنے بعض صحابہ کو ارضِ حبشہ روانہ کریں اور اپنے لئے اور اپنے ساتھ والوں کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کریں،

﴿وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا۝﴾

[الاسراء 17: 80]

”اور دعا کیا کریں کہ اے میرے رب مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے۔“

یہ وہ دعا ہے جو اللہ عزّو جل نے انہیں پڑھنے کے لئے سکھائی، کہ جہاں سے نکلیں اچھی طرح نکلیں اور یہ کہ اللہ ان کے لئے غلبہ مقرر فرمائے، کیونکہ یہ کام زور و غلبے کے بغیر ممکن نہیں، اس کے لئے قوت ہونی ضروری ہے، جبکہ جو صورتحال مکہ میں تھی اُس میں کسی ریاست کا قیام ممکن نہیں تھا، چنانچہ اللہ عزّو جل نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا مانگنے کے لئے سکھائی تھی: ﴿اجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا﴾، **”میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے۔“**

چنانچہ رسول ﷺ قبائل کے سامنے اپنا آپ پیش کرتے تھے... ربیعہ کے سامنے، مُضر کے سامنے، ثقیف کے سامنے جب اُن کے پاس طائف گئے، ازد کے سامنے، غطفان کے سامنے... قبائل ہر سال حج وعمرے کے لئے آتے تھے، حج اور عمرہ کرتے مگر جاہلیت کے طریقے پر۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس جاتے اور شدید اذیتوں کا سامنا کرتے، اور فرماتے تھے: **"جو مجھے پناہ دے گا... جو میری مدد کرے گا... تو اس کے لئے جنت ہے!"**

اللہ عزّوجل نے مقدر کیا کہ ان سالوں کے دوران ایک سال خزرج سے کچھ لوگ آئے۔ یہ اوس وخزرج' یمنی ازدی قبائل سے تھے جو مدینۃ النبی کی جانب ہجرت کر کے وہیں مقیم ہو گئے تھے، یہ (بنیادی طور پر) ایک ہی قبیلہ بنی ازد تھے مگر ان (شاخوں؛ اوس و خزرج) کے درمیان قبائلی جنگیں چھڑ چکی تھیں اور ان (جنگوں) کا سلسلہ دراز ہو گیا تھا۔

یہ مدینہ میں یہود کے ہمسایے تھے، مدینہ میں تین یہودی قبیلے تھے... بنو قینقاع، بنو نضیر، اور بنو قریضہ۔ یہود کے پاس کتاب کا علم تھا اور نبوّتوں کے بارے میں علم تھا جبکہ عرب قبل از اسلام کی حالتِ جہالت میں تھے، انبیاء اور نبوّت کے بارے میں کچھ نہ جانتے تھے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ کو اللہ نے یہ امتیازی خصوصیت دی تھی... مدینہ کے عربوں کو اللہ نے امتیازی خصوصیت دی تھی... وہ یہ کہ یہودی تورات میں سے جو کچھ پڑھتے تھے اُس میں سے کچھ کلام یہ (مدینہ کے عرب) بھی سنتے تھے، چنانچہ ان کے پاس نبوّت اور انبیاء سے متعلق کچھ عمومی تعلیم و تہذیب موجود تھی، اور مدینہ میں وہ یہود سے جو باتیں سنتے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھی... یہود عربوں کو دھمکی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ نبی کی آمد کا وقت بس اب سایہ فگن ہے... نبی کی آمد کا وقت بس اب سایہ فگن ہے... اس زمانے میں نبی مبعوث ہو گا تو ہم اس کی پیروی کریں گے اور اُس کے ساتھ مل کر تمہیں ایسے قتل کریں گے جیسے عاد و ارم (اقوام) کو قتل کیا گیا... وہ عربوں سے یہ بات کہتے تھے، جب عربوں کے ساتھ اُن کے اختلافات چھڑتے یا کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ عربوں کو یہ دھمکی دیتے... تمہاری بربادی ہو، عنقریب نبی مبعوث ہو گا اور ہم اُس کے ساتھ نکلیں گے اور تمہیں ایسے قتل کریں گے جیسے عاد اور ارم قتل ہوئے۔ چنانچہ خزرج کے یہ لوگ مکہ پہنچے اور وہاں انہوں نے سنا کہ ایک آدمی ہے جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے، تو یہ کہنے لگے: **"اللہ کی قسم یہود ہمیں اسی کے بارے میں خبر دیتے تھے، اب وہ اس کی اطاعت میں ہم پر سبقت نہ لے جانے پائیں۔"** (یعنی) یہود ہمیں اس کی دھمکی دیتے ہیں... تو ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس کا ساتھ اختیار کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں تاکہ اُلٹا انہیں قتل کریں، بجائے اس کے کہ یہود ہمیں قتل کریں، ہم ہی انہیں قتل کر ڈالیں۔ اللہ عزّوجل نے ان لوگوں کے لئے خیر کا ارادہ فرمایا تھا سو ان کو سبب مہیا فرما دیا۔ یہ پہلا سبب تھا جو انہیں اسلام کی جانب لے آیا۔ اس کے علاوہ ایک اور سبب بھی تھا، مگر فطری طور پر پہلا سبب یہی تھا... یعنی اللہ عزّوجل فرماتے ہیں:

﴿وَلَمَّا جَاءهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُواْ...﴾ [البقرة2: 89]

"اور جب اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ان کے پاس کتاب آئی جو ان کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے، اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے..."

"یستفتحون" یعنی کہتے کہ ہم اس نبی کے ساتھ تم سے لڑیں گے اور تمہیں فتح کریں گے... یہ یہود کی باتیں تھیں...

﴿...فَلَمَّا جَاءهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ...﴾ [البقرة2: 89]

"...تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے، جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس سے کافر ہو گئے..."

چنانچہ جب رسول ﷺ تشریف لے آئے تو انہوں نے ان کا انکار کیا، حالانکہ وہ ان کے بارے میں ان کے مبعوث ہونے سے بھی پہلے سے علم رکھتے تھے۔

ایک اور واقعہ... ایک جنگ ہوئی جو "جنگِ بعاث" کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس جنگ میں قوم کے وہ اکابرین و قائدین مارے گئے جن کی پیروی لوگ کرتے ہیں۔ یہ وہ قائدین تھے جو زیادہ تر اوقات دعوت کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اسے اپنے مفادات کی راہ میں رکاوٹ بنتے دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ یہ دعوت ان کے بعض مفادات کو اُن سے چھین لے گی، اس لئے وہ دعوت کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ قرآن میں غور و فکر کریں تو آپ "قال الملأ... و قال الملأ" کا صیغہ کثرت سے پائیں گے، یہ "الملأ" قوم کے اعلیٰ ترین طبقے کے لوگ ہوتے ہیں، چاہے سیاسی اعتبار سے ہوں، اقتصادی اعتبار سے، یا عسکری اعتبار سے، یہ قوم کے قائدین یا قبائل کے شیوخ ہوتے ہیں یا اس قبیل کے لوگ ہوتے ہیں... یہی لوگ عوام پر تسلط رکھتے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر اوقات دعوت کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے ایسے مفادات ہوتے ہیں جن کے بارے میں یہ فکر مند ہوتے ہیں (کہ ان کے مفادات کو نقصان نہ پہنچے)، اور وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر وہ دعوت کی پیروی کر لیں تو اللہ عزّ و جل دنیا و آخرت میں اُن پر کامیابی و فراخی کے دروازے کھول دے۔ لیکن اکثر اوقات انسانی نظر میں عاقبت نااندیشی ہوتی ہے اور یہ اللہ عزّ و جل کے نور کے ساتھ نہیں دیکھتی اور نہ ہی دور اندیشی کے ساتھ مستقبل پر نظر رکھتی ہے، بلکہ معاملات کو ہمیشہ بس اسی پر قیاس کرتی ہے جو اسے حال میں نظر آ رہا ہوتا ہے، کل کے بارے میں نہیں سوچتی اور نہ ہی نتائج پر غور و فکر کرتی ہے۔

بہر حال، یہ جنگ ہوئی اور اس نے معاشرے کے سر کردہ لوگوں کا صفایا پھیر دیا۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، اور یہ بخاری میں ہے:

''كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللهُ لِرَسُولِهِ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِّلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِحُوا، فَقَدَّمَهُ اللهُ لِرَسُولِهِ فِي دُخُولِهِمْ فِي الإِسْلاَمِ.''[7]

''بعاث کی جنگ کو (جو اسلام سے پہلے اوس و خزرج میں ہوئی تھی) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے مفاد میں پہلے ہی مقدم کر رکھا تھا، چنانچہ جب آپ ﷺ (مدینہ میں) تشریف لائے تو یہ قبائل آپس کی پھوٹ کا شکار تھے اور اُن کے سردار کچھ قتل کیے جا چکے تھے اور کچھ زخمی تھے، سو اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو اپنے رسول ﷺ سے پہلے اس لئے مقدم کیا تھا تاکہ وہ (اہل مدینہ) آپ ﷺ کے تشریف لاتے ہی مسلمان ہو جائیں۔''

یہ اللہ کی جانب سے اپنے رسول کے لئے عنایت تھی، معاشرے کی تیاری تھی، چنانچہ معاشرہ سر کردہ افراد سے خالی ہو گیا تو پھر وہ ایسے شخص کو تلاش کرنے لگے جو اُن کے پاس آئے اور انہیں ان مصیبتوں سے خلاصی دلائے جن میں وہ مبتلا تھے، وہ قبائلی جنگیں لڑتے لڑتے تھک چکے تھے، بدلہ و انتقام لینے سے تنگ آ گئے تھے، اس لئے کہنے لگے: **''ہو سکتا ہے اللہ' محمد ﷺ کے ذریعے ہم میں اتحاد پیدا کر دے اور ہمارے دلوں کو باہم جوڑ دے''**، پس یہ بات ان کے اسلام لانے کا سبب بنی۔

چنانچہ یہ ایک مثال ہے کہ جب اللہ عزّ و جل کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو کس طرح اس کے اسباب مہیا کرتا ہے، اللہ عزّ و جل نے اوس و خزرج کے لئے خیر کا ارادہ فرمایا تو ان کے لئے اسباب فراہم کر دیئے، جی ہاں... ان اسباب میں سے ہی یہ بعاث کی جنگ تھی جس میں قتل و غارت ہوئی اور خون بہایا گیا... کبھی کبھار خیر شر کے جبڑوں کے درمیان سے بر آمد ہو جاتا ہے!

ایک اور مثال

خلیفہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عراق کی جانب ایک فوج روانہ کی، گروہِ تابعین سے تعلق رکھنے والے ابو عبیدہ ثقفیؒ کی قیادت میں بارہ ہزار فوجی عراق گئے... یعنی عراق میں اُن کے پاس صرف یہی فوج تھی، اگر یہ فوج ختم ہو جاتی تو اُس وقت عراق کی فتح بھی رک جاتی۔ اُس زمانے میں مسلمانوں کی تعداد محدود تھی اور اس کے باوجود ایک ہی وقت میں عراق اور شام، دونوں کی جانب فوجیں بھیج دیتے تھے! ایک محاذ روم کے ساتھ اور ایک فارس کے ساتھ کھول لیا۔ ابو عبیدہ ثقفیؒ اپنی فوج کے ساتھ نہر پر پہنچے۔ فارسیوں کا سپہ

---

[7] بخاری: 3777، کتاب مناقب الانصار.

سالار 'بہمن جاذَوَیہ' نہر کے دوسرے کنارے پر تھا تو یہ فارسی ابو عبیدہؓ سے کہنے لگا: **تم ہماری جانب نہر عبور کر کے آؤ یا ہم تمہاری جانب آئیں**، انہوںؓ نے کہا: **تم ہمارے ہاتھوں سے آنے والی موت پر اجر کی توقع مت رکھو، سو ہم تمہاری جانب نہر عبور کر کے آئیں گے**۔ چنانچہ ہم ہیں جو تمہاری جانب نہر عبور کر کے آئیں گے (نہ کہ تم ہماری جانب آؤ)۔ پھر انہوں نے اپنے بعض فوجیوں کو پُل تعمیر کرنے پر مامور کیا، تو انہوں نے پُل تعمیر کر لیا۔ مگر یہ فارسیوں کا فریب سے مسلمانوں کو اپنی طرف لانے کا حربہ تھا، انہوں نے مسلمانوں سے محض پُل عبور کروا کر اس آڑ میں اُن کے ساتھ یوں دھوکا کیا کہ اُن پر ہاتھیوں کے ذریعے حملہ کر دیا، مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں سے مانوسیت نہ ہونے کی وجہ سے یکدم بھاگ کھڑے ہوئے، اور اگر گھوڑے پلٹ کر بھاگنے لگیں تو پھر مردانگی اور شجاعت کا تاثر کمزور پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ فارسیوں نے مسلمانوں کی فوج میں زبردست قتل وغارت مچائی۔

ابو عبیدہ ثقفیؓ نے لڑائی سے پیچھے ہٹنے سے انکار کر دیا اور لڑتے رہے تا وقتیکہ قتل ہو گئے، فوج کا سپہ سالار قتل ہو گیا، اور اُن کے ساتھ جو امراء تھے وہ بھی قتل ہو گئے۔ پھر مثنی بن حارث شیبانیؓ نے دوبارہ پُل تعمیر کروایا کیونکہ پہلے والے پُل کو انہوں نے توڑ دیا تھا۔ دوبارہ پُل بنایا گیا اور جو بچ گئے تھے اُنہیں واپس پلٹنے کا حکم دیا، چنانچہ اندازاً.. تقریباً چھ ہزار واپس پلٹے یا چار ہزار... بلکہ چار ہزار واپس پلٹے، دو ہزار تو صحراء کی طرف بھاگ گئے، چار ہزار قتل ہو گئے... یہ ایک دن میں چار ہزار فوجیوں کا قتل عام تھا!

پس عراق میں فوج نیست و نابود ہونے کو آپہنچی اور عراق کو فتح کرنے کے آثار ختم ہو گئے۔ اب خلیفہ مزید فوج کہاں سے لائے گا؟ کیونکہ خلیفہ کو جتنا وقت مدد پہنچانے میں لگتا اتنے وقت میں تو عراق کی زمین پر باقی بچنے والے فوجیوں کا بھی کام تمام ہو چکا ہوتا۔ لیکن سبحان اللہ! اللہ عزّ وجل کا ارادہ تھا کہ اِس فتح کا سلسلہ جاری رہے۔

محمود شاکر (مصنف التاریخ الاسلامی) کہتے ہیں: **"مگر اللہ اس مؤمن جماعت کے ساتھ تھا، اور ہر جگہ پر مؤمنوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر اہلِ ایمان ہوں تو اللہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب بھی مؤمنین صادقین کسی شدید تنگی میں پھنستے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے اُس سے نکلنے کے اسباب مقدر فرما دیتے ہیں، چنانچہ مولیٰ عزّ وجل نے ایک ایسا امر مقدر کیا جس نے ان (فارسیوں) کو مسلمانوں کی جانب سے ہٹا دیا، چنانچہ یہ (فارسی) دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ رستم کے ساتھ ہو گیا اور دوسرا فیروزان کے ساتھ، اور جب یہ خبر فارسی سپہ سالار بہمن جاذَوَیہ تک پہنچی تو وہ جلدی سے شہروں کی جانب واپس لوٹا، اِس طرح اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے لڑائی کو ہٹا لیا اور انہیں اس شدید تنگی سے باہر نکال لیا، پس انہیں اتنا کافی موقع مل گیا کہ دار الخلافت سے آنے والی افواج کو اپنے ساتھ ملا کر زیادہ طاقتور ہو جائیں اور ان کی ایک بڑی فوج تشکیل پا جائے۔"**

اللہ عزّوجل نے انہیں بچا لیا۔ شہری علاقوں میں فتنہ واقع ہوا تو فارسی مجبور ہو گئے کہ اپنی فوج کو واپس لے جائیں، یہاں تک کہ مسلمانوں تک امداد پہنچ گئی، پھر دوبارہ لڑائی میں آمنا سامنا ہوا اور اللہ عزّوجل نے مسلمانوں پر عراق کی زمین کھول دی اور یہ فتح مشرق کی زمین تک پھیل گئی یہاں تک کہ وہ ایران تک پہنچ گئے اور پھر اس کے بعد اُس علاقے تک جو **"منطقۂ جمہوریات"** کہلاتا ہے، اور فتح کا سلسلہ طویل عرصے تک جاری رہا۔ یہ ایک اور مثال تھی۔

اور اب ہم اس اصول کی ایک تیسری مثال کا ذکر کرتے ہیں:

صلاح الدین ایوبیؒ، ایک ایسے وقت میں آئے جب عیسائی ارضِ شام میں داخل ہو کر وہاں اپنا نظام قائم کر چکے تھے۔ جب صلاح الدین ایوبیؒ پیدا ہوئے تو ارضِ بیت المقدس عیسائیوں کے ہاتھ فتح ہو چکی -یعنی وہ ایقاظ (بیداری کی لہر پھیلنے) کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے– جیسے کہ آج کا زمانہ ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ صلاح الدین ایوبیؒ اس زمانے میں پیدا ہوئے اور جب امارت اُن تک پہنچی تو وہ بلند عزم و ہمت کے حامل ایک صالح مرد تھے، انہوں نے ارضِ شام فتح کرنے کا ارادہ کیا، اور وہ نور الدین زنگیؒ کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے جنہوں نے اِن سے پہلے اِس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا مگر وہ وفات پا گئے اور مکمل فتح حاصل نہ ہو سکی۔ نور الدین زنگیؒ نے ایک منبر بنایا تھا اور فرمایا: **یہ منبر مسجدِ اقصیٰ کے لئے ہے**؛ چنانچہ صلاح الدین ایوبیؒ نے یہ عزم و ہمت نور الدین زنگیؒ سے وراثت میں پایا تھا۔

صلاح الدین ایوبیؒ روم کے ساتھ چھوٹی چھوٹی جھڑپیں کرنے لگے، یہاں جھڑپ، وہاں جھڑپ... لیکن یہ جھڑپیں محدود پیمانے پر تھیں۔ مگر یہ معاملہ بڑھنے لگا اور اور فتوحات کا آغاز ہو گیا اور قلعے اور حصار فتح ہونا شروع ہو گئے اور مسلم فوج کے ہاتھ آنے لگے، اور یہ خبریں یورپ تک پہنچنے لگیں تو پاپائے روم نے فوجیوں کی بھرتی کا اعلان کر دیا اور نئے صلیبی حملے کی خاطر نکلنے کے لئے پکارا، اور یہ قطعی طور پر سب سے بڑا تاریخی صلیبی حملہ تھا۔ پاپائے روم نے یورپ کے بیشتر علاقوں میں عیسائی قوم کو جنگ کے لئے نکل کھڑے ہونے کی صدا لگائی اور یورپ کے چاروں ارکان کی جانب اپنے پیامبر اور پادری بھیجے، چنانچہ سب فوجی اس کے پاس پہنچے اور ایک عظیم فوج نکلی... اس فوج کی سپہ سالاری کون کر رہا تھا؟ کیا اس فوج کی قیادت یورپی افواج کے چھوٹے افسر کر رہے تھے؟ کیا عسکری قیادتیں فوج کی قیادت کر رہی تھیں؟ اس فوج کی قیادت کرنے والے اُس زمانے میں یورپ کے تین بڑے ترین بادشاہ تھے: فریڈرک بربروسا؛ جرمنی کا بادشاہ -بربروسا کا مطلب ہے سرخ داڑھی والا، اور یہ عمر رسیدہ آدمی تھا جو ستّر یا اسّی سال کی عمر سے تجاوز کر چکا تھا)، اور لوئیس یا فلپس؛ فرانس کا بادشاہ، اور رچرڈ شیر دل؛ انگلینڈ کا بادشاہ - جو اپنی شجاعت کی انتہاء کی وجہ سے شیر دل کے نام سے موسوم ہوا تھا اور اور اس کی اس شجاعت کی گواہی اُن مسلمانوں تک نے دی جنہوں نے تاریخ میں اس کا ذکر کیا، جیسے

ابن اثیر اور ابن کثیر، انہوں نے اس بادشاہ کی بے انتہاء شجاعت کے قصے بیان کیے ہیں، یہ اُس زمانے میں یورپ کا بہادر ترین بادشاہ تھا، اور یورپ کی تاریخ میں بہادری لے لحاظ سے کم ہی کوئی اُس جیسے بادشاہ گزرے ہوں گے، پس وہ شیر دل کے نام سے موسوم ہو گیا۔ یہ تینوں بادشاہ اس صلیبی حملے کی سربراہی کرتے ہوئے نکلے۔ اٹلی کے بحری بیڑے نے – جو اپنے زمانے میں سب سے بڑا بحری بیڑہ تھا – فرانس اور برطانیہ کے بادشاہوں کو سمندر کے ذریعے لے جانے کی حامی بھر لی۔ گویا تمام اطراف سے شرکت کی گئی؛ جرمنی، فرانس اور برطانیہ سے قیادتیں آئیں، فوجی کئی ممالک سے آئے، اور بحری بیڑہ اٹلی سے آیا، پس یہ صلیبی حملہ تھا... مسلمانوں کے خلاف ہر جانب سے جمع ہو رہے تھے:

﴿وَالَّذينَ كَفَرُواْ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ...﴾ [الأنفال8: 73]

"کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں..."

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○﴾ [المائدة5: 51]

"اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔"

اٹلی کے بحری بیڑے نے فرانس اور برطانیہ سے فوجی سوار کیے، مگر فریڈرک بربروسا کی فوج اتنی بڑی تھی کہ اُسے کوئی ایسا بحری بیڑہ نہیں ملنے والا تھا جو اُس کی فوج کے لئے کافی ہو جاتا، اس وجہ سے انہوں نے فیصلہ کیا کہ خشکی کے ذریعے سفر کریں۔ ابن اثیر کہتے ہیں: **"چنانچہ وہ ہر دشواری اور آسانی کے ساتھ سمندر اور خشکی، دونوں راستوں سے نکل کھڑے ہوئے"**، یہ بہت ہی بڑی مہم جوئی تھی!

فریڈرک بربروسا کے ساتھ نکلنے والی فوج کی کیا تعداد تھی؟ ابن کثیر کہتے ہیں: **"مسلمانوں اور انگریزوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ جرمنی کا بادشاہ تین لاکھ جنگجوؤں کے ہمراہ پیش قدمی کر رہا ہے"**، اُس زمانے میں تین لاکھ ایک ایسی بے پناہ بڑی تعداد سمجھی جاتی تھی جو ناقابلِ تصور تھی!

صلاح الدین ایوبیؒ نے بھی اپنی طرف سے جنگ کے لئے نکل کھڑے ہونے کی صدا بلند کی، لوگوں کو پکارا تو وہ ان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ مستقل اور باضابطہ فوج تو یقیناً تھی ہی مگر وہ رضاکاروں یعنی عوام الناس کو بھی اس جہاد میں شرکت کرنے کے لئے

پکار رہے تھے، چنانچہ ان کے ساتھ عوام الناس بھی نکلے اور عرب قبائل کے دیہاتی، ترک دیہاتی اور عرب دیہاتی بھی ساتھ شامل ہوئے، اوران کے ساتھ علماء کی ایک جماعت بھی نکلی۔ ابن کثیر کہتے ہیں: **"علماء اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کی ایک جماعت جہاد کی رغبت میں شام کی جانب نکلنے کے لئے تیار ہوئی"**، لیکن دیکھیئے کہ اِس کے بعد کیا کہتے ہیں۔ **"لیکن اُن میں سے اکثر اُس وقت واپس لوٹ آئے جب اُن تک انگریزوں کی کثرت کی خبر پہنچی۔"** یہ ابن کثیر کا کلام ہے، سو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا اسباب تھے جنھوں نے انہیں واپس چلے آنے پر آمادہ کر دیا لیکن اس طرح کی صورتحال کے بارے میں ابن اثیر کہتے ہیں: **"اور مسلمانوں کا حال ایسا تھا جیسا کہ اللہ عزّ و جل کا فرمان ہے: ﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ○﴾ [الأحزاب33: 10-11] "جبکہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جبکہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔(10) یہیں مومن آزمائے گئے اور اور وہ پوری طرح جھنجھوڑ دیئے گئے۔(11)""**

اور ابن کثیر کہتے ہیں: **"چنانچہ اس وقت سلطان اور مسلمان نے بہت بڑی پریشانی اٹھائی اور انتہا درجے کے خوفزدہ ہوئے۔"** یہ ابن کثیر کی گواہی ہے، کہہ رہے ہیں کہ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدینؒ بھی خوفزدہ ہوئے، (دشمن کی) تعداد اتنی عظیم تھی! لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا سبب تھا جس نے انہیں واپسی پر آمادہ کیا یا اس معاملے کی کیا تفصیلات تھیں؛ کیونکہ ابن کثیر نے علماء کے واپس پلٹنے کا جو سبب ذکر کیا ہے وہ اُن تک انگریزوں کی کثرت کی خبر پہنچنا ہے، لیکن اس کی تفصیلات کیا ہیں، حقیقی جواز کیا تھے؟ کیا انہوں نے یہ کہا کہ صلاح الدین امت کو غیر مساوی جنگ میں دھکیل رہا ہے؟ یا یہ کہ یہ حکمت کے خلاف ہے کہ لوگوں کو اس طرح ایسی جنگ میں لگا دے جس میں طاقت کا قطعاً کوئی تناسب نہیں، یا یہ کہ صلاح الدین کو ذرا سوچ سمجھ کر ٹھہر کر چلنا چاہیئے تھا؟ یا یہ کہ صلاح الدین کو پہلے امت کی تربیت کرنی چاہیئے تھی اور پھر دوسرے نمبر پر اُن کو تیار کرنا چاہیئے تھا اور پھر اس کے بعد انہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکالنا چاہیئے تھا... ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض فقرے یا ان کے جیسے یا ان سے مشابہت رکھنے والے جملے بولے گئے ہوں لیکن بہرحال آخر میں وہ پلٹ آئے۔

اور بھائیو یہاں ہمارے لئے رک کر غور کرنے کا مقام ہے... حق لوگوں سے نہیں پہچانا جاتا، بلکہ حق کو جانو تو اہلِ حق کو پہچان لو گے۔ بسا اوقات علم میں نسبتاً کم درجہ رکھنے والا شخص بعض معاملات میں اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں تک شاید فضل و کمال کا حامل شخص بھی نہ پہنچ پائے... اُس ربانی نور یا ہدایت کی وجہ سے جو اللہ اُس (علم میں کم درجہ رکھنے والے شخص کے دل) پر کھول دیتا

ہے... اور ایسا واقعی ہوتا ہے، کیونکہ کوئی بھی معصوم نہیں ہے، نہ علماء میں سے اور نہ ہی عوام میں سے... کوئی بھی معصوم نہیں سوائے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے۔ سو کبھی کبھار امت میں بلند درجہ رکھنے والے سے بھی غلطی سرزد ہو جاتی ہے، اور ممکن ہے کہ کسی معاملے میں بے انتہاء علم رکھنے والے کے قدم بھی پھسل جائیں۔

چنانچہ، جیسا کہ واقعات نے ثابت کیا، ہم دیکھتے ہیں کہ صلاح الدینؒ صادق اور صائب الرائے تھا جبکہ وہ علماء جنہوں نے پسپائی اختیار کی تھی (اور پلٹ آئے تھے) وہ غلطی پر تھے۔ صلاح الدین ایوبیؒ بہت زیادہ علم کا حامل نہیں تھا۔ صلاح الدین ایوبیؒ کی عسکری تربیت کے ساتھ پرورش ہوئی تھی۔ بنیادی طور پر وہ کردوں میں سے تھا، عرب نہیں تھا، مگر عربی زبان میں بات چیت کرتا تھا۔ وہ عسکری تربیت کے ساتھ پروان چڑھا تھا، اگرچہ اپنی صغر سنی میں بعض علماء سے علم حاصل کیا۔ اُس زمانے میں عسکری تربیت یوں ہوتی تھی کہ زیرِ تربیت فوجی کچھ کتابیں پڑھتا... جیسے حدیث کی، فقہ کی، عقیدے کی... مگر وہ علم کی بہتات سے آشنا نہ ہوتا۔ دوسری طرف نور الدین زنگیؒ، جیسے کہ ذکر کیا جاتا ہے، علماء کی مجالس میں شرکت کیا کرتے اور اپنی آراء کا اظہار کیا کرتے تھے، اگرچہ وہ علماء جیسے (مخصوص) الفاظ و انداز کے ساتھ بات نہیں کرتے تھے مگر اُن کے پاس علمی مہارت تھی۔

مگر جہاں تک صلاح الدینؒ کا تعلق ہے تو اُن کا معاملہ مختلف تھا، لیکن اس کے باوجود اللہ عزّ و جل نے اُنہیں ہدایت دی...

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا...﴾ [العنکبوت29: 69]

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے..."

...اُنہوں نے اللہ کی راہ میں کوشش کی تھی، بھرپور کوشش، پس اللہ عزّ و جل نے انہیں حق کی جانب رہنمائی عطا فرمائی۔

اس واقعے میں "بربروسا" نے سلطان المسلمین کے نام دھمکی آمیز خط بھیجا جس میں کہا: **"چونکہ تم نے ارضِ مقدسہ کی حرمت کو پامال کیا ہے جو پیدا کرنے والے رب کے اذن سے ہمیں دی گئی تھی، لہٰذا اس جرم پر تمہاری اس جرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم تمہاری جانب چل پڑے ہیں، تم نے جو زمین غصب کی ہے اسے واپس لوٹا دو، ہم تمہیں بارہ مہینوں کی مہلت دیتے ہیں، اور اس کے بعد تم ہماری جنگ کا مزہ چکھو گے اور ہمارے کامیاب شاہینوں کی قوت کو جان جاؤ گے، پھر تم دیکھ لو گے کہ جرمنی کس طرح غضبناک ہوتا ہے، ہم تمہاری جانب دانوب کے جوان جو فرار کے معنی سے بھی آشنا نہیں، اور باواریا کے دیو، صوابیا کے آفت انگیز، برگنڈی کے جوشیلے، اور الب کے پہاڑوں سے لائق و پھرتیلے (جنگجو) بھیجیں گے۔ ہمارا دایاں ہاتھ جسے شاید تم سمجھ رہے ہو گے کہ**

بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف ہو گیا ہے، اس فرحت و تعظیم کے دن تمہیں تلوار سے قتال کرنا سکھا دے گا جس دن کو خداوند نے کلمۂ مسیح کی فتحیابی کے لئے مقدر کر دیا ہے۔"

دھمکیاں...!!! یہ بڑا مغرور اور متکبر آدمی تھا۔ فریڈرک بربروسا اپنی ایسی افواج کے ساتھ وارد ہوا جو خشکی کو بھر دیں، میدانوں اور پہاڑوں کو مکمل طور پر احاطے میں لے لیں۔ وہ مشرقی یورپ کی زمینوں پر انہیں چلاتا ہوا ساتھ لایا یہاں تک کہ جنوب کی جانب، ترکی میں اناضول کی سرزمین میں اتارتا چلا گیا، اور ایک نہر پر سے گزرا – اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ نہر ارضِ شام میں ہے یا ترکی کے جنوب میں – بہر حال وہ اس نہر پر سے گزرا – اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ غالباً اس نہر کا پانی ٹھنڈا تھا؛ کیونکہ یہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پگھلنے والی برف کا پانی تھا، جبکہ موسم گرم تھا۔

اور وہ تو صرف قلعہ بند مقامات یا دیواروں کی آڑ میں سے ہی لڑ سکتے ہیں[8] سو اس کا زرہ پوش ہونا تو لازمی تھا... فریڈرک بربروسا سر سے لے کر پیروں کے تلووں تک لوہے کی زرہ میں اس طرح بند تھا کہ اُس کی پتلیوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا – آنکھوں کی پتلیاں – اسلحے سے لیس لوہے میں ڈھکا ہوا وہ اپنے گھوڑے پر سوار اس نہر میں سے گزر رہا تھا۔ سبحان اللہ! اللہ عزّ و جل کی قدرت، اللہ عزّ و جل کے ایسے سپاہی ہیں جنہیں وہ اس کائنات میں (جہاں چاہے) پھیلا دیتا ہے اور ہم انہیں نہیں جانتے...

﴿...وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ...﴾ [المدثر 74:34]

"...تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا..."

...کوئی چیز... جو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے؟؟

گھوڑا دبک گیا – کسی چیز نے گھوڑے کو بے لگام کر دیا – پس جب گھوڑا پانی میں جھٹکا کھاتا ہے تو اس کی پیٹھ پر سوار جرمنی کا بادشاہ فریڈرک بربروسا گر کر نہر میں جا پڑتا ہے – اللہ ہی بہتر جانتا ہے – اس لباس (لوہے کی زرہ) کے سبب گرمی کی شدت کے ساتھ اور پانی کے یخ ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے اُس کی حرکتِ قلب بند ہو گئی چنانچہ وہ وہ مر گیا اور پانی میں غرق ہو گیا۔

---

[8] شیخ رحمہ اللہ نے یہاں اس آیت قرآنی کے الفاظ استعمال کیے ہیں: ﴿لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ۝﴾ [الحشر 59:14]
"یہ سب مل کر بھی تم سے لڑ نہیں سکتے ہاں یہ اور بات ہے کہ قلعہ بند مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں، ان کی لڑائی تو ان میں آپس میں بہت ہی سخت ہے، گو آپ انہیں متحد سمجھ رہے ہیں لیکن ان کے دراصل ایک دوسرے سے جدا ہیں، اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔"

دیکھیئے ابن اثیر کیا کہہ رہے ہیں: **"جرمنی کا بادشاہ ایسے گھاٹ میں غرق ہوا جس کی اونچائی آدمی کے نصف قد کے برابر بھی نہ تھی!"** یہ پانی سیلابی پانی نہیں تھا، نہ چڑھاؤ کی کیفیت میں تھا اور نہ ایسا گہرا کہ جسے ہم کہہ سکیں کہ کوئی اس میں ڈوب سکتا ہے، یہ پانی کسی آدمی کے نصف قد تک اونچا بھی نہ تھا اس کے باوجود جرمنی کا بادشاہ اس میں ڈوب گیا۔ یہ بادشاہ جو غرور و تکبر کرتا تھا —اور آپ نے دیکھا کہ اپنے خط میں کیا کہہ رہا تھا— غرق ہو گیا!

''من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب.''[9]

"جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میری اس کے ساتھ جنگ ہے۔"

یعنی میں اس کی ہلاکت کا اعلان کرتا ہوں — اللہ عزّوجل نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک بربروسا کو ہلاک کر دیا جو یہ سمجھا تھا کہ وہ اسلامی ممالک کو مکمل طور پر فتح کر لے گا... اللہ عزّوجل نے اسے غرق کر دیا۔ تو پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ اس ضخیم فوج کو صرف کوئی طاقتور ہی قابو کر سکتا ہے، یہ تند خو قبائل ہیں، اور فریڈرک بربروسا کی شخصیت فوجیوں پر اپنی ذات مسلط کیے ہوئے تھی، چنانچہ فوج مربوط تھی لیکن جب وہ مر گیا اور اس کے بعد اُس کے بیٹے نے ذمہ داری سنبھالی تو وہ فوج کو ہم آہنگ نہ رکھ سکا، چنانچہ جھگڑے پھوٹ پڑے، منافرت ہونے لگی، اور اختلافات شروع ہو گئے۔ پھر دیہاتیوں نے اس بارے میں سنا تو غنیمت اکٹھی کرنے کے لئے آ گئے، دیہاتی اُن سے غنیمت اکٹھی کرنے کے لئے آ پہنچے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن (فوجیوں) میں بیماری اور وبا بھی پھیل گئی؛ پس کچھ اندرونی خانہ جنگی کی وجہ سے مرے، کچھ دیہاتیوں کے ہاتھوں مرے، اور کچھ وباء کی وجہ سے مر گئے، چنانچہ ابن اثیر کہتے ہیں:

"اُن میں موت اور وبا پھیل گئی چنانچہ وہ انطاکیا ایسے پہنچے گویا قبروں سے نکل کر آئے ہوں۔"

اور کتنے وہاں پہنچے؟ اس فوج میں سے کتنے وہاں پہنچے؟؟ ابن کثیر کہتے ہیں: **"عکّا میں موجود اپنے ساتھیوں تک صرف ایک ہزار سوار پہنچے"**، سبحان اللہ! تین لاکھ میں سے صرف ایک ہزار! (ابن کثیر) کہتے ہیں کہ **"پھر اِن کی وجہ سے اُن کے سر اونچے نہ ہوئے"** —یعنی وہ (عکّا والے) اس مدد کے منتظر تھے کہ یہ فوج (اپنی عظمت سے) اُن کے سر اونچے کر دے گی— (ابن کثیر) کہتے ہیں

---

[9] ''عن أبي هريرة رضي الله عنه قال. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن الله قال من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وإن سألني لأعطينه ولئن استعاذني لأعيذنه.'' [رواه البخاري]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میری اس کے ساتھ جنگ ہے اور جو میرا بندا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو وہ مجھے اس چیز سے زیادہ پسند ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور جو بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا اور اس کی بصر ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا اور اس کا ھاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا اور اس کی ٹانگ ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ میں آتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔" [اسے بخاری نے روایت کیا ہے]

"پھر اِن کی وجہ سے اُن کے سر اونچے نہ ہوئے، اور نہ ہی اِن کی کوئی قدر و قیمت تھی"، یہ جو آئے تھے اُن کی نہ اپنی نظروں میں کوئی قدر و قیمت تھی، نہ اپنے لوگوں کی نظروں میں اور نہ ہی غیروں کی نظروں میں، یعنی وہ مسلمانوں کی نظروں سے بھی گر گئے اور انگریزوں کی نظروں سے بھی گر گئے۔ یہ عظیم جرمن فوج سب کی نظروں سے گر گئی اور بے حیثیت ہو کر رہ گئی، کیوں بھلا؟ **"مگر اللہ نے مہربانی کی اور اس فوج کے سپاہیوں کی بڑی تعداد کو راستوں میں ہی سردی، بھوک، اور ہلاکت کے مقامات میں بھٹک جانے کے ذریعے ہلاک کر دیا۔"** (ابن کثیر)

یہ اللہ کی جانب سے لطف و کرم تھا۔ ابن اثیر کے کلام کی جانب دیکھیے، کہتے ہیں: **"چنانچہ وہ ہر دشواری اور آسانی کے ساتھ سمندر اور خشکی، دونوں راستوں سے نکل کھڑے ہوئے، اور اگر جرمن بادشاہ کو ہلاک کرنے کی صورت میں اللہ کا کرم نہ ہوتا تو پھر آج یہ کہا جارہا ہوتا کہ مصر اور شام بھی کبھی مسلمانوں کے (ملک) ہوا کرتے تھے!"** یعنی مصر اور شام نے نصرانیت کے گھروں میں تبدیل ہو جانا تھا، بس ختم ہم نے معاملہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا ہے... مصر و شام میں اسلام ختم ہو جائے گا اور یہ نصرانیت میں تبدیل ہو جائیں گے... تین لاکھ سپاہی ہیں... لیکن اللہ عزّوجل کی مہربانی ہوئی۔

﴿... وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ...﴾ [الطلاق65: 2-3]

"...اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے(2) اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو، اور جو شخص اللہ پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہو گا...(3)"

اللہ عزّوجل تمہارے لئے کافی ہو جائے گا... ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے... ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور اللہ عزّوجل ہمارے لئے بہترین کارساز ہے... یہ ہے وہ ایمان اور یہ ہیں ایمانی معانی جو صلاح الدینؒ اور اُن کے ساتھیوں کے دل میں قرار پا چکے تھے، چنانچہ اللہ عزّوجل نے اُنہیں فتح دی۔

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ...﴾ [المائدۃ5: 52]

"آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے، بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ فتح دے دے، یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے..."

اگر اللہ عزّوجل کا تقویٰ اختیار کروگے، اللہ عزّوجل پر ایمان لاؤگے، اور مدد (کے حصول) کی شرائط کو پورا کروگے تو اللہ عزّوجل فتح عطا فرمائے گا۔

﴿...إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۝﴾ [محمد47: 7]

"...اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔"

اگر اس (مذکورہ شرط) پر پوری طرح اترو گے تو اللہ عزّوجل فرماتے ہیں:

﴿...فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ۝﴾ [المائدة5: 52]

"...بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ فتح دے دے، یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے، پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بے طرح) نادم ہونے لگیں گے۔"

چنانچہ اللہ عزّوجل کی جانب سے مدد آپہنچی۔

اب ہم اپنے حالات کی جانب منتقل ہوتے ہیں۔ ہم نے ابھی اس معاملے کی مثالیں بیان کی ہیں کہ اگر اللہ عزّوجل کسی امر کا ارادہ فرمائیں تو کس طرح اس کے اسباب مہیا کر دیتے ہیں۔ اللہ عزّوجل نے صلاح الدینؒ کی نصرت کا ارادہ فرمایا... اور رسول ﷺ کی نصرت کا ارادہ فرمایا... اور عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے دور میں مسلمانوں کی نصرت کا ارادہ فرمایا؛ تو ان سب کو ایسے اسباب فراہم کر دیئے جن کے ذریعے اُن کو کامیابی ملی... اُن کی کامیابی کی راہ ہموار ہو گئی۔

اوّلاً: جنگ و جدل کے علاقوں کی تیاری۔ بھائیو... آپ لوگوں کے درمیان عمروں کا فرق ہے، لیکن ذرا تیس سال... پچیس سال... اس عرصے کی حدود میں پیچھے چلتے ہیں... آپ میں سے جس نے وقت کا یہ حصہ دیکھا ہے تو ذرا یاد کرے کہ اِس دوران عالمِ اسلام کی کیا صورتحال تھی۔ اُس زمانے سے متعلق جو تھوڑا بہت مجھے یاد ہے اُس میں سے آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، اور شاید آپ بھی اُس زمانے کی یادوں کو دوبارہ ذہن میں لا سکتے ہوں... اُس زمانے میں صنعاء میں کتابوں کی ایک سالانہ نمائش منعقد ہوتی تھی... اور اُس وقت میں چھوٹا تھا، ابتدائی تعلیمی درجے میں تھا۔ ایک کتاب جس پر لکھا تھا "الفتن والملاحم لابن کثیر"، تو میں نے یہ

کتاب خرید لی، یہ ''البدایة والنہایة'' سے لیا گیا اقتباس تھا، ابن کثیر کی کتاب میں جنگوں اور فتنوں (الملاحم والفتن) کے دور کے اختتام کے حصے سے اقتباس لیا گیا تھا۔

یہ کتاب آخری زمانے کے بارے میں بات کرتی ہے، آخری زمانے میں ہونے والے واقعات اور فتنوں کو بیان کرتی ہے۔ مجھے یاد ہے بھائیو ... میں نے کتاب میں کیا پڑھتا ہوں کہ، کتاب ارضِ شام کے بارے میں بات کرتی ہے، اور یمن کے بارے میں بات کرتی ہے، خراسان کے بارے میں بات کرتی ہے، اور عراق کے بارے میں بات کرتی ہے، اور بتاتی ہے کہ ان علاقوں میں بیداری کی لہر دوڑے گی، اور یہاں سپاہی ہوں گے، معرکہ آرائیاں ہوں گی، فوجیں ہوں گی... تو پھر اُس وقت لوگ کہاں تھے؟

(کتاب) خراسان کے بارے میں احادیث بیان کرتی ہے -مجھے معلوم نہیں تھا کہ خراسان کہاں ہے -اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ خراسان کہاں ہے تو پھر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس وقت یہ ایک اشتراکی کمیونسٹ ملک افغانستان اور اس کے گردونواح کا علاقہ ہے، اس وقت کمیونزم تھا، اور (پیشین گوئیوں والی باتوں میں سے) وہاں سے کچھ ظاہر ہونا بہت ہی دور کی بات تھی۔ اور کتاب عراق کے بارے میں احادیث بیان کرتی ہے... اور اہلِ عراق کے گروہ اور فرقے... معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ باقاعدہ بھرتی شدہ فوجیں ہوں گی، شام میں فوج، عراق میں فوج، اور یمن میں فوج۔

عراق میں فوج کہاں تھی بھلا؟ اُس وقت عراق بعثی تھا اور اُس وقت - اُس ایمانی لہر سے پہلے جو عراق کے حالیہ آخری عرصے میں پھیلی ہے - بعث دینی معاملات میں بہت سخت اور غیر لچکدار تھے، یعنی انہوں نے دین اور حکومت کو قطعاً الگ الگ کر رکھا تھا- سیکولرازم -اور اہلِ عراق میں سے جن لوگوں کو میں جانتا تھا' وہ اللہ اور دین کو برا بھلا کہتے تھے، بلکہ ان میں سے بعض میں تو کفر و الحاد بھی تھا۔ البتہ جہاں تک شام کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں، اور اُس وقت صہیونی دشمن کے خلاف مزاحمت بھی جاری تھی؛ مگر یہ مزاحمت قومیت اور سوشل ازم کی بنیاد پر تھی۔ اور میں اہلِ فلسطین سے بھی لوگوں کو جانتا تھا جو سیکولر ذہنیت رکھنے والے تھے' وہ دین یا رب کی شان میں گستاخی کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے، میں کہتا تھا سبحان اللہ! مطلب اللہ کی زمینوں میں سے اس کی پسندیدہ (منتخب) زمین... کیا یہ ہے اللہ کی زمینوں میں سے اس کی پسندیدہ زمین؟؟!! کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس حدیث میں فرماتے ہیں:

''یصیر الأمر إلی أن تکون أجنادٌ مجندة، جند بالشام وجند بالعراق وجند بالیمن، قال فخرْ لي یا رسول الله (الصحابي یقول فخر لي یا رسول الله) قال: علیك بالشام فإنها خیرة الله في أرضه.''[10]

"تم لوگ عنقریب کچھ فوجی دستے ترتیب دوگے؛شام کی فوج، عراق کی فوج، اور یمن کی فوج، صحابی کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ تو پھر آپ میرے لئے منتخب کریں (کہ میں کہاں جاؤں)، فرمایا: شام کی طرف جاؤ کہ وہ اللہ کی زمینوں میں سے اس کی پسندیدہ زمین ہے۔"

سبحان اللہ! یہ اللہ کی زمینوں میں سے اس کی منتخب زمین ہے! جبکہ وہاں کے لوگ ایسے ہیں کہ جو دین کو برا بھلا کہتے ہیں اور جو اسلامی شعائر سے حد درجہ دور ہیں، حتی کہ ظاہری شعائر سے بھی اور بنیادی شعائر جیسے صوم وصلاۃ سے بھی، جن کو میں جانتا تھا وہ نماز ادا نہیں کرتے تھے؛ تو میں کہتا کہ سبحان اللہ! کیا وہاں سے نصرت آئے گی!!! اور یمن،

''یخرج من عدن أبین اثنا عشر ألف ینصرون الله ورسوله خیر من بیني وبینهم.''[11]

"عدن ابین (یمن) سے بارہ ہزار کا ایک لشکر نکلے گا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرے گا، میرے اور ان کے درمیان جتنے لوگ آئیں گے وہ ان سب سے افضل ہوں گے۔"

---

[10] ''عن عبد الله بن حوالة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ''سیصیر الأمر إلی أن تکونوا جنوداً مجندة، جند بالشام، وجند بالیمن، وجند بالعراق''، قال ابن حوالة: خر لي یا رسول الله إن أدرکت ذلك، فقال: ''علیك بالشام، فإنها خیرة الله من أرضه، یجتبي إلیها خیرته من عباده، فأما إن أبیتم فعلیکم بیمنکم، واسقوا من غدرکم، فإن الله توکل لي بالشام وأهله.''[رواه أبو داود، السنن، کتاب الجهاد، باب: في سکنی الشام (2483) وأحمد في مسنده (17005) وغیرهما] هذا الحدیث صححه الألباني.

" عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ عنقریب کچھ فوجی دستے ترتیب دوگے؛ شام کی فوج، عراق کی فوج، اور یمن کی فوج "، ابن حوالہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو فرمائیے میں کس لشکر میں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم سرزمین شام کو (سکونت کے لئے) اختیار کرنا کیونکہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کی زمین میں بہترین زمین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قطعہ ارضی میں اپنے بہترین بندوں کو چن کر اکٹھا فرمائے گا، اگر تجھے یہ منظور نہ ہو تو پھر یمن کو اختیار کرنا اور اپنے حوضوں سے پانی پلاتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے میری خاطر ملک شام کی اور اہل شام کی کفالت فرمائی ہے۔" [اسے ابو داود نے سنن میں کتاب الجهاد، باب: فی سکنی الشام (2483) اور احمد نے اپنی مسند میں (17005) اور ان کے علاوہ دیگر نے بھی روایت کیا ہے] اس حدیث کو البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

[11] ''عن ابن عباس رضي الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ: یخرج من عدن أبین اثنا عشر ألفاً ینصرون الله ورسوله هم خیر من بیني وبینهم.'' [مسند احمد] صححه الشیخ الألباني في السلسلة الصحیحة.

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عدن ابین (یمن) سے بارہ ہزار کا ایک لشکر نکلے گا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرے گا، میرے اور ان کے درمیان جتنے لوگ آئیں گے وہ ان سب سے افضل ہوں گے۔" [مسند احمد] اسے البانی نے السلسلہ الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے۔

یعنی ایسے تھا کہ وہ علاقے جن کا احادیث میں ذکر ہے وہ سوشلسٹ کمیونسٹ حکومتوں کے تحت پِس رہے تھے اس لئے میں سوچتا تھا کہ یہ بہت ہی دور کی بات ہے کہ کامیابی رونما ہو، اور ایک مختصر سے عرصے میں ... یعنی اِس وقت میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں کہ اُس وقت ... اور آپ میں سے بھی جن لوگوں کو وہ زمانہ یاد ہو گا وہ اُس وقت کی یادوں کو شاید دوبارہ ذہن میں لا سکیں اور موازنہ بھی کریں ... (کہ اُس وقت تو) یہ بہت ہی دور کی بات تھی اور اب ہے کہ معاملات تیزی کے ساتھ واقع ہو رہے ہیں، اور واقعات ایک کے بعد ایک فوراً رونما ہو رہے ہیں ... اس وقت افغانستان میں صورتحال دیکھیئے، افغانستان میں اسلامی بیداری، اور وہ لشکر جو افغانستان میں ہیں!

اس وقت عراق کو دیکھ لیجیئے، عراق میں عرصہ ماضی کی نسبت اس وقت بیداری کی عظیم لہر چل پڑی ہے، اور شام کو دیکھیئے، جہادِ فلسطین، ایک گروہ حق پر قائم اس کے لئے لڑ رہا ہے، اور یمن میں بیداری کی لہر پر نظر دوڑایئے، یہاں اسی زمین میں ...

کس طرح اللہ عزّوجل نے دلوں میں دین کو زندہ کر دیا ہے؟!

اور یہ سب کچھ ایک مختصر عرصے میں ہوا ہے، ہم صدیوں کی بات نہیں کر رہے، ہم زمانے کی ایک یا دو دہائیوں کی بات کر رہے ہیں جو انسانی پیمانے میں کچھ بھی نہیں (یعنی معمولی سا وقت ہے)، کیا یہ اللہ عزّوجل کی جانب سے معاملات کی تیاری نہیں ہے؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ علاقے –اختصاص کے ساتھ– جن کا احادیث میں ذکر ہوا ہے، اب بیداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں، اور ایسے لوگوں کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کر رہے ہیں جو اللہ عزّوجل کے دین پر لڑ رہے ہیں اور اس پر ثابت قدمی اور صبر اختیار کیے ہوئے ہیں؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ عزّوجل اس اُمّت کے لئے نصرت چاہتا ہے اور کامیابی آ رہی ہے اور قریب ہے؟ یہ پہلا معاملہ ہے۔

دوسرا معاملہ: صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

''إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كلِ مئة سنة من يجدد لها أَمَر دينها.''[12]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسا شخص بھیجے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔''

---

[12] ''عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كلِ مئة سنة من يجدد لها أَمَر دينها.'' [رواه أبو داود (4291) وصححه السخاوي في ''المقاصد الحسنة (149)''، والألباني في ''السلسلة الصحيحة (599)'']

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسا شخص بھیجے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔'' [اسے ابو داود نے روایت کیا ہے (4291) اور السخاوی نے ''المقاصد الحسنہ (149)'' میں اور البانی نے ''السلسلہ الصحیحہ (599)'' میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔]

اور یہ صحیح حدیث ہے، پس اللہ عزّوجل زمانے کی ہر صدی میں، ہر سو سال میں، اس دین کے حال کی تجدید فرماتے ہیں، اور یہ تجدید اُن امور میں ہوتی ہے جو تجدید کے محتاج ہوتے ہیں، چنانچہ دین کے بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو مٹ جاتے ہیں، بعض زمانوں میں مخصوص بدعتیں پھیل جاتی ہیں، اور پھر دوسرے زمانوں میں اور قسم کی بدعات جڑ پکڑ لیتی ہیں، تو پھر (ایک وقت ایسا آتا ہے کہ) کچھ لوگ اِن انحرافات کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دین کو دوبارہ اُس حالت میں واپس لاتے ہیں جس حالت میں یہ سلف الصالحین – رضوان اللہ علیہم اجمعین – کے دور میں تھا۔

تو یہ مسئلہ کہ اسلام کے کچھ امور مٹ جاتے ہیں – یہ تو نص سے بھی ثابت وواقع ہے، رسول ﷺ نے فرمایا:

''تنقض عری الاسلام عروۃً عروۃ أولها الحکم وآخرها الصلاۃ'' [13]

''اسلام کی کڑیاں ایک ایک کرکے ٹوٹیں گی ان میں سب سے پہلے ٹوٹنے والی کڑی نظام حکم ہوگا اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی کڑی نماز ہوگی۔''

جب چیزیں مٹ جاتی ہیں تو انہیں تجدید کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کوئی لباس بوسیدہ ہو جائے... اگر اس پر لکھا نمبر یا اس پر بنے نقوش مٹ جائیں... تو اسے پھر سے نیا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، پس دین کی بھی تجدید ہوتی ہے، اور دین کی تجدید کا مطلب بدعتوں یا نئی چیزوں کا اضافہ نہیں بلکہ اس کی آپ اس کی تجدیدیوں کرتے ہیں کہ اسے دوبارہ اس (اصل) حال میں لوٹاتے ہیں جس میں یہ پہلے تھا۔

''حاکمیت کا مسئلہ'' اسلام میں شریعتِ اسلامیہ کے اہم ترین امور میں سے ہے، ''الحکم بما أنزل الله'' اللہ کی نازل کردہ وحی مطابق فیصلے کرنا:

---

13 ''عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال: لتنقضن عرى الإسلام عروة عروة، فكلما انتقضت عروة تشبث الناس بالتي تليها، وأولهن نقضاً الحكم وآخرهن الصلاة .'' [أخرجه الإمام أحمد في مسنده والطبراني في المعجم الكبير وابن حبان في صحيحه بإسناد جيد]

''ابو امامہ الباھلی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اسلام کی کڑیاں ضرور ایک ایک کر کے ٹوٹیں گی، چنانچہ جب ایک کڑی ٹوٹے گی تو لوگ اس کے بعد والی کڑی کو پکڑ لیں گے، ان میں سے سب سے پہلے جو کڑی ٹوٹے گی وہ نظام حکم ہوگا اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی کڑی نماز کی ہوگی۔'' [اسے امام احمد نے اپنی مسند میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جید اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔]

﴿...أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ...﴾ [الأعراف 7: 54]

”...یادرکھو اللہ ہی کے لئے خالص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا...“

﴿...إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ...﴾ [یوسف 12: 40]

”... فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو...“

﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ...﴾ [المائدۃ 5: 49]

”آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجیے، ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجیے اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں...“

﴿...وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدۃ 5: 44]

”...اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں تو ایسے لوگ (پورے اور پختہ) کافر ہیں۔“

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [المائدۃ 5: 45]

”...اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔“

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [المائدۃ 5: 47]

”...اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں تو ایسے لوگ (بدکار) فاسق ہیں۔“

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ [المائدۃ 5: 50]

”کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟“

چنانچہ حاکمیت کا مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں تواتر کے ساتھ آیات آئی ہیں... بار بار دہرائی گئی ہیں... یہ ایک عظیم اور اہم مسئلہ ہے۔ اسلامی خلافت جس کے سایے میں اسلامی قانون نافذ ہوتا ہے... کب ختم ہوئی؟ رسمی طور پر یہ 1924ء میں اسی مہینے، مارچ کے مہینے میں ختم ہوئی۔ اسلامی خلافت (خلافتِ عثمانیہ) باقاعدہ طور پر ساقط ہوگئی۔ تو اگر ہم اِس حدیث سے اس خوشخبری کا استنباط

کریں کہ اللہ عزّوجل اِس اُمّت کو سو سال سے زیادہ عرصے کے لئے خلافت کے بغیر اور اللہ عزّوجل کے قانون کے بغیر نہیں رہنے دے گا تو پھر اِس کا مطلب ہے کہ ہم اس صورتحال (خلافت اور اللہ کے قانون کے نفاذ) تک دوبارہ پہنچنے کے قریب آ گئے ہیں، کیونکہ 2024ء میں سو سال پورے ہو جائیں گے اور ہم اِس تاریخ کے کنارے تک پہنچ گئے ہیں، ہم اس کے قریب آ چکے ہیں۔ یہ بشارت ہے، جسے ہم اِس حدیث سے اخذ کر سکتے یا اِس میں سے دریافت کر سکتے ہیں۔ یہ امر محتاجِ تجدید ہے: کہ وہ صورتحال پھر سے پلٹ آئے کہ جب اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے ہوں، چنانچہ باذن اللہ یہ صورتحال جلد لوٹ آئے گی۔

تیسرا معاملہ: صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا:

''إذا تبايعتم بالعينة، وتبعتم أذناب البقر، ورضيتم بالزرع، وتركتم الجهاد في سبيل الله، سلط الله عليكم ذلاً لا ينزعه عنكم حتى تُراجعوا دينكم.'' [14]

"جب تم بیع عینہ (سود کی ایک قسم) کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دُمیں تھام لو گے اور کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ تم پر ذلت و پستی مسلط کر دے گا اور اسے اس وقت تک تم سے نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔"

جب تم سودی تجارت عینہ کرنے لگو گے، گائے بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، زراعت پر راضی ہو جاؤ گے، اور جہاد ترک کر دو گے... اگر ہم نے یہ کام کیے تو اللہ عزّوجل ہم پر ذلت مسلط کر دیں گے اور یہ ذلت اُس وقت تک دور نہیں ہو گی جب تک ہم اپنے دین کی جانب واپس نہ لوٹ آئیں... پس دنیا سے تعلق توڑ دیں، عینہ تجارت ترک کر دیں، زراعت پر راضی ہونے اور بیلوں کی دُمیں پکڑنے سے رک جائیں اور اللہ عزّوجل کی راہ میں جہاد کریں... (بس) یہی ذریعہ ہے ذلت دور کرنے اور دوبارہ عزت حاصل کرنے کا! یہ نبوی نسخہ ہے، یہ ہے مرض اور اس کا علاج... مرض: 'عینہ تجارت میں لگنا' یعنی سودی تجارت میں مصروفیت، 'کھیتی باڑی میں لگ گئے'

---

[14] ''عن ابن عمر – رضي الله عنهما – قال، سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلاً لا ينزعه شيء حتى ترجعوا إلى دينكم.'' [رواه أحمد (4987) وأبو داود في سننه (3462) وصححه الألباني في السلسة الصحيحة (11).]

"جب تم بیع عینہ (سود کی ایک قسم) کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دُمیں تھام لو گے اور کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ تم پر ذلت و پستی مسلط کر دے گا اور اسے اس وقت تک تم سے نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔" [اسے احمد نے (4987) اور ابو داود نے اپنی سنن میں (3462) روایت کیا ہے اور البانی نے السلسلہ الصحیحہ (11) میں صحیح قرار دیا ہے۔]

یعنی زراعت میں مصروفیت... اور 'بیلوں کی دمیں پکڑ لیں' یعنی کھیتوں اور مویشیوں میں لگ گئے اور جہاد ترک کر دیا کیونکہ ہم زمین سے چمٹ کر رہ گئے ہیں۔

﴿...مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ...﴾ [التوبة9: 38]

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو، کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو..."

چنانچہ یہ ہے مرض! لیکن اگر ہم دنیا سے تعلق ترک کر دیں اور اس سے نہ چمٹیں اور اللہ عزّوجل کی راہ میں جہاد کرنے لگیں... تو یہی حل ہے! اور آج اِس حل کو اختیار کرنے والے لوگ تعداد میں زیادہ ہوتے جا رہے ہیں... ہم انہیں عراق میں دیکھتے ہیں اور ہم انہیں افغانستان میں دیکھتے ہیں، اور ہم انہیں صومالیہ میں دیکھتے ہیں، اور ہم انہیں فلسطین میں دیکھتے ہیں... وہ اِس نبوی نسخے کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ چیز فتح کے قریب تر ہونے کی بشارت ہے، کیونکہ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ اللہ عزّوجل اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دے

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا...﴾ [العنکبوت29: 69]

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے..."

سو جب تک وہ ثابت قدم رہیں گے، پلٹیں گے نہیں، سرنگوں نہیں ہوں گے، اور دیر نہیں کریں گے تو اللہ عزّوجل ہر صورت میں اُن کو کامیاب کرے گا۔ جنہوں نے صبر کیا اور اللہ عزّوجل سے مدد مانگی اور اس راہ پر چلے، اللہ عزّوجل انہی کی عاقبت سنوارے گا، یہ ایک یقینی معاملہ ہے جس میں ذرّہ بھر بھی شک نہیں اور یہ ہمارے لئے خوشخبری بھی ہے، کیونکہ ہم اس معاملے کو بڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

''لا تزال طائفة من أمتي على الحق يقاتلون عليه إلى قيام الساعة.''[15]

"میری امّت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا ہوگا جو حق پر قائم رہے گا، قیامت قائم ہونے تک حق پر لڑتا رہے گا۔"

---

[15] ''لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة.'' وفي رواية: ''لا تزال عصابة من المسلمين يقاتلون على الحق ظاهرين على من ناوأهم إلى يوم القيامة.'' [صحيح بخاري و مسلم]

چوتھی بات: یہ دشمن...یہودی اور امریکی... کن سے لڑ رہے ہیں؟ کن کو قید کر رہے ہیں؟ کن کو اذیتیں دے رہے ہیں؟ مسلمانوں کو!

مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جیلوں میں ڈالتے ہیں، جن (مسلمانوں) میں اہلِ علم بھی شامل ہیں، مسلمانوں کو اذیتیں دیتے ہیں اور ان پر اقتصادی پابندیاں لگاتے ہیں، انہوں نے عراق میں اُن پر پابندیاں لگائیں، اور اب وہ محاصرہ کرنا چاہتے ہیں... یعنی انہوں نے غزہ میں ہمارے لوگوں کا محاصرہ کیا ہے... وہ مسلمان جن میں اللہ عزّ و جل کے اولیاء بھی ہیں، اُن میں سچے اور صادق لوگ ہیں، نیک لوگ ہیں، صلوات اللہ وسلامہ علیہ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں:

"من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب."[16]

" جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میری اس کے ساتھ جنگ ہے۔"

یعنی میں اس کی ہلاکت کا اعلان کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ دلیل ہے کہ کامیابی آ رہی ہے، دشمن کی جانب سے اذیتیں بڑھتی جا رہی ہیں؛ چنانچہ جب تک دشمن اِس اُمّت کے لوگوں کو قتل اور قید اور اذیتوں سے دوچار کرتا رہے گا تو پھر اللہ عزّ و جل لا محالہ اُس کو ہلاک کرے گا۔ اللہ انہیں ہلاک کرے گا، یہ ہمارے لئے خوشخبری ہے۔ دشمن اگر اس اُمّت کو نقصان پہنچانے کا قصد کرے گا تو اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہر گز راہ نہ دے گا[17]۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دفاع فرماتا ہے۔

پانچویں بات:

اور اب ہم اختتام کرتے ہیں، بھائیو جب ہم فتح کی بات کرتے ہیں تو یہ باذن اللہ ہمارے لئے بشارتیں ہیں، جیسے کہ اللہ عزّ و جل نے فرمایا—اور یہ بھی سابقہ نکتے سے مرتبط ہے—ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا ہو گا جو حق پر لڑتا رہے گا اور غالب رہے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔" اور ایک روایت میں ہے: "مسلمانوں میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا جو اپنے دشمن پر غالب رہے گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔" [صحیح بخاری و مسلم]

[16] فٹ نوٹ 9 ملاحظہ کیجیے۔

[17] ﴿وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ [النساء 4: 141]

"اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہر گز راہ نہ دے گا۔"

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ○ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ...﴾ [التوبہ9: 14-15]

"ان سے تم جنگ کرو، اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور مؤمن لوگوں کے سینوں کو ٹھنڈک بخشے گا (14) اور ان کے دلوں سے غم و غصہ دور کرے گا..."

شوکانی کہتے ہیں ''قاتلوا'' (جنگ کرو) اور اس سے مندرجہ ذیل فوائد اخذ کرتے ہیں:

پہلا فائدہ: اللہ عزّوجل کافروں کو مؤمنین کے اُن سے قتال کرنے، قتل اور قید کے ذریعے، عذاب دیتے ہیں۔ یہ عذاب ہے، کافروں کے لئے عذاب، اور یہ مسئلہ شرعی طور پر مقصود ہے، یہ بات شرعی طور پر مطلوب ہے کہ کفر کرنے والوں، زمین میں فساد کرنے والوں کو سزا دی جائے، تو پہلا مسئلہ اُنہیں قتل اور قید کے ذریعے عذاب دینے کا ہے۔

دوسرا فائدہ: ''ویخزهم'' (اور انہیں رسوا کرے گا) قید کرنے کے ذریعے اُن کی ذلت و رسوائی، اور کہا گیا کہ ذلت و اہانت کے ساتھ کیونکہ قید یا ناکامی ذلت و اہانت کا باعث ہوتی ہے، اور مندرجہ ذیل امور جنگ کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں:

پہلا امر: کافروں کی تعذیب

دوسرا امر: اُن کی رسوائی

جب قبرص فتح ہوا تو سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ رونے لگے، زبیر بن نفیل نے اُن سے کہا: کیا آج کے دن رو رہے ہیں، اللہ عزّوجل نے ہماری مدد کی ہے اور ہم نے قبرص فتح کر لیا ہے اور آپ رو رہے ہیں؟!' فرمانے لگے: یہ ایک زبردست (غالب) قوم تھی... یہ ایک زبردست قوم تھی اور پھر غلام بن گئی، اور جب لوگ غلامی میں چلے جائیں تو پھر اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

مطلب یہ کہ جب اللہ عزّوجل نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ ان پر ایسی ذلت و اہانت مسلط ہوئی کہ یہ غلامی میں جکڑے گئے، غلام بنائے گئے، سو اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور فرمایا کہ مخلوق اپنی کمزوری کے اعتبار سے اللہ کے سامنے کس قدر بے وقعت ہے! کتنی بے وقعت ہے! یہ ان پر عذاب ہے اور ان کے لئے باعثِ رسوائی ہے۔

شوکانیؒ کہتے ہیں:

تیسرا فائدہ: اور تمہیں اُن پر مدد دے گا، مدد قتال کرنے کے ساتھ آتی ہے، مدد بیٹھے رہنے سے نہیں آتی... جنگ کرنے کے ساتھ آتی ہے... اور تمہیں اُن پر مدد دے گا!

چوتھا فائدہ: اور مؤمنوں کے سینوں کو شفا (ٹھنڈک) بخشے گا، (شوکانی نے) کہا کہ یہ اُن مؤمنوں کے لئے شفا ہے جو جنگ میں نہیں آئے

اور پانچواں فائدہ: اور اُن کے دلوں سے غصہ دور کرے گا، یہ اُن مؤمنوں کے لئے ہے جنہوں نے جنگ لڑی اور اپنے دلوں کے غیض و غضب کو شفا (ٹھنڈ) بخشی کیونکہ اُن کے دل اُن اذیتوں کی وجہ سے سخت برہم ہیں جو اُنہیں اِن کافروں کی جانب سے پہنچیں، چنانچہ اللہ عزّ وجل نے اُن کے دلوں سے غصہ دور کر دیا۔

اور (شوکانی نے) کہا کہ آیت میں اور مطلب بھی پنہاں ہے، اس چوتھے اور پانچویں فائدے میں "اور مؤمنوں کے سینوں کو شفا بخشے گا"، "اور اُن کے دلوں سے غصہ دور کرے گا"، (شوکانی نے) کہا کہ "اور مؤمنوں کے سینوں کو شفا بخشے گا" یعنی فتح کی خوشخبری اور ساتھ ہی اِس خوشخبری پر اُن کے اعتماد کی وجہ سے۔ کامیابی ابھی ملی نہیں مگر ربّانی وعدے کی وجہ سے ہم اِس کے بارے میں خوش ہیں اور اس پر ہمارا اعتماد ہے کیونکہ ہم اللہ عزّ وجل کے کیے ہوئے وعدوں پر ایمان رکھتے ہیں، اِس امر میں مؤمنوں کے سینوں کے لئے شفا ہے باوجودیکہ اُن کا حال کمزور ہے، یعنی وہ اِن بشارتوں پر خوش ہوتے ہیں حالانکہ وہ حالتِ ضعف و کمزوری میں ہیں، اُس فتح کے لئے خوش ہیں جو آنے والی ہے اگرچہ اِس وقت وہ کمزور حالت میں ہیں۔

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران 3: 139]

"تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان دار ہو۔"

یہ آیت احد کی ناکامی کے بعد نازل ہوئی، اور جب فتح حاصل ہو جائے گی تو اُن کے دلوں کا یہ غصہ دور ہو جائے گا۔

اس وقت ہم جس فتح کی بات کر رہے ہیں وہ جزوی فتح نہیں ہے۔ ہم اس وقت غزّہ کی آزادی کی بات نہیں کر رہے، اور نہ فلسطین کے مغربی کنارے کی، نہ کابل کی، نہ بغداد کی (آزادی کی)، ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ اُمّت آزاد ہو گی اور اللہ عزّ وجل کی شریعت قائم کرے گی اور متحد ہو جائے گی اور پھر فتوحات کے لئے نکل کھڑی ہو گی۔ ہم صرف ارضِ اسلامیہ کو آزادی دلانے کی بات نہیں کر رہے، ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ یہ اُمّت ہند کو فتح کرے گی، روم کو فتح کرے گی، مشارق و مغارب کو فتح کرے گی... اِس ربّانی

وعدے اور اِن احادیثِ نبویہ شریفہ کی بنیاد پر ایسا ہو گا (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے)... پس یہ عظیم کامیابی اور عظیم فتح ہو گی، اسی لئے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آج حالات میں انتہائی شدت اور انتہائی کرب ہے، لہٰذا اِس کے بعد عظیم کامیابی اور عظیم خلاصی آئے گی۔

اور اِس میں... یہاں ہم (جاری موضوع سے ذرا) ایک وقفہ لیتے ہیں... سبحان اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کی طرف سے ظلم بڑھتا چلا جارہا ہے، اور امریکیوں کی طرف سے ظلم بڑھتا چلا جارہا ہے، اور ہندوستان میں ہندوؤں کی طرف سے کشمیر اور دیگر علاقوں میں اپنے مسلمان ہم وطنوں پر ظلم بڑھتا چلا جارہا ہے اور ایک جانب سے افریقی نسل کے لوگ ظلم ڈھا رہے ہیں... یعنی (کافر) قومیں ہمیں قتل کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دے کر بلا رہی ہیں جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں[18]۔

یہ معاملہ، یہ چڑھائی، اور یہ ظلم جو بڑھتا جارہا ہے،... مطلب ہم نے تاریخ میں اس کا ثانی نہیں دیکھا کہ ہمارے خلاف یہ قومیں دنیا کے ہر گوشے سے یوں اکٹھی ہو جائیں... اِس معاملے میں بھی خوشخبری ہے!

کیونکہ اہم ایک ایسی عظیم فتح کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، تو اِس لئے اللہ عزّ وجل زمین میں بسنے والی تمام اقوام پر حجت و شہادت قائم کرنا چاہتے ہیں، اس مسئلے کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہوں: جب لوطؑ کے پاس اور تین فرشتے آدمیوں کی صورت میں آئے، ایسے مردوں کی صورت میں جن کے چہروں سے خوبصورتی اور وجاہت پھوٹ پھوٹ کر نمایاں ہو رہی تھی، چنانچہ یہ ابراہیمؑ کی طرف آئے پھر ابراہیمؑ کی طرف سے چل کر لوطؑ کی طرف گئے، اور جیسے کہ مفسرین نے بیان کیا ہے، اُنہیں سب سے پہلے دیکھنے والی لوطؑ کی بیٹی تھیں، وہ اُسی وقت اپنے والد کے پاس گئیں اور اُنہیں اِس معاملے کی خبر دی، کہنے لگیں: ''اجنبی مرد آئے ہیں۔'' لوطؑ فوراً اُن کے پاس پہنچے، کیوں؟! کیونکہ اُن تک یہ خبر پہنچی تھی کہ اُن لوگوں میں حسن و جمال ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اُن مردوں کے پاس پہنچنے میں پہل کریں اور خود اُن کی ضیافت کریں، اِس سے پہلے کہ اِن فاجر

---

18 ''عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ كَمَا تَتَدَاعَى الأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا ، قُلْنَا : مِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ : لا ، أَنْتُم يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ ، يَنْزَعُ اللَّهُ الْمَهَابَةَ مِنْ قُلُوبِ عَدُوِّكُمْ وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهَنَ ، قِيلَ : وَمَا الْوَهَنُ ؟ قَالَ : حُبُّ الْحَيَاةِ وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ .'' [وهو حديث صحيح رواه أبو داود (4297)]

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب (کافر) قومیں تمہارے اوپر چڑھ دوڑنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو دستر خوان کی طرف بلاتے ہیں''۔ ہم نے پوچھا: ''شاید اس وقت ہم تعداد میں کم ہونگے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! بلکہ تم کثرت میں ہوگے لیکن تمہاری حیثیت سیلانی پانی کے اوپر بہنے والی جھاگ کی مانند ہو گی، اللہ تعالی تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہارا رعب ختم کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں ''وھن'' پیدا فرما دیں گے۔'' پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''وھن'' کا کیا مطلب ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔'' [یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ابو داود نے روایت کیا ہے (4297)]

لوگوں میں سے کوئی اُن کی ضیافت کر پائے۔ یہ مرد جو اتنے حسن وجمال کے حامل ہیں اگر کسی اور گھر میں پہنچ گئے تو......اِس لئے لوطؑ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اِس معاملے میں جلدی کریں اور اُنہیں اپنے پاس لے آئیں ، جبکہ ساتھ صورتحال یہ بھی تھی کہ ایک ایسا قانون صادر ہوچکا تھا جس کے تحت لوطؑ پر کسی کی ضیافت کرنا منع تھی۔

﴿قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ [الحجر 15: 70]

"وہ بولے کیا ہم نے تمہیں دنیا بھر (کی ٹھیکیداری) سے منع نہیں کر رکھا؟"

تمہارا کسی سے ملنا ممنوع ہے! بس فیصلہ صادر ہوگیا... قانون بن گیا... شریعت جس پر عمل ہو گا، لیکن لوطؑ اُن کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل نہیں کرتے، اِن قوانین پر عمل نہیں کرتے لہٰذا اُن (مہمانوں) کی اپنے ہاں ضیافت کی، لوطؑ خواہش کرتے تھے کہ اُن کے ساتھ ایسے آدمی ہوتے جو اُن کا ساتھ دیتے اور دفاع کرتے تو وہ اِس ظالم وجابر قانون کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوسکتے۔

﴿قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ﴾ [ھود 11: 80]

"لوطؑ نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا۔"

چنانچہ وہ اُن (مہمانوں) کی طرف گئے اور اُن سے کہا کہ میں تمہاری مہمانی کروں گا، تم میرے یہاں مہمان ہوں۔ اچھا اب وہ جانتے تو تھے کہ اُن کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے جو اُن کی طرفداری کرے، مطلب یہ کہ اللہ عزّوجل نے اُنہیں بیٹیاں عطا کی تھیں اور اُن کے پاس بیٹے نہیں تھے، اور قبیلہ فاسق وفاجر تھا اُن میں سے کوئی بھی لوطؑ کے ساتھ کھڑا ہونے والا نہیں تھا، چنانچہ وہ اُن مہمانوں کو اُن لوگوں سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ کھل کر یہ کہنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ میرے یہاں نہ آؤ، کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ لوطؑ اُن کی ضیافت کرنے میں بخیلی کر رہے ہیں تو وہ کسی اور گھر میں چلے جائیں، تو وہ حیلے طریقے سے اُنہیں سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ فرمایا: **"میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی بستی اِن لوگوں سے زیادہ فاجر نہیں ہے"** وہ اِس بات کو سمجھ گئے مگر بولے نہیں...لوطؑ نے پھر یہی بات دوہرائی: **"میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی بستی اِن لوگوں سے زیادہ فاجر نہیں ہے"** جواب ندارد۔ تیسری مرتبہ فرمایا: **"میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی بستی اِن لوگوں سے زیادہ فاجر نہیں ہے۔"** پھر بھی اُن میں سے کوئی بھی نہ بولا۔ آخرکار لوطؑ اُن کو بستی میں لے جانے پر مجبور ہوگئے، بات کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہوا تھا! جیسے کہ ابن کثیر بیان کرتے ہیں، لوطؑ اِن فرشتوں کے معاملے سے بے خبر تھے۔ اِن فرشتوں کے پاس اللہ عزّوجل کا یہ حکم تھا کہ قومِ لوطؑ کو اُس وقت تک تباہ وبرباد نہ کریں جب تک کہ لوطؑ سے اُن کے خلاف گواہی نہ سن لیں، اُن کے پاس

یہ حکم تھا کہ اِس بستی کو اُس وقت تک برباد نہ کریں جب تک کہ اُن کا نبی اُن کے خلاف گواہی نہ دے، سو اُنہوں نے تین مرتبہ گواہی سن لی تو اُس بستی کو تہہ وبالا کر دیا اور اُس پر مٹی اور پتھروں کی کنکریوں کی بارش کی۔

آج فلسطینی عوام یہود کے خلاف گواہی دے رہی ہے، افغانستان اور عراق امریکیوں کے خلاف گواہی دے رہے ہیں، کشمیر میں بھارت کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے، مشرقی ترکمانستان میں چین کے خلاف گواہی دے رہے ہیں، اور مسلم عوام اپنی اپنی حکومتوں کے خلاف گواہی دے رہی ہیں؛ چنانچہ باذن اللہ گواہی قائم ہو رہی ہے اور اُن پر حجت تمام ہو جائے گی تو اُن کی فائل بھی اُسی طرح بند ہو جائے گی جس طرح قومِ لوط کی فائل اُس وقت بند ہو گئی جب اُنہوں نے قوم کے خلاف گواہی دی اور پھر اُن پر عذاب نازل ہو گیا۔ اور یہ اُس عظیم فتح کی بشارت بھی ہے جو اِس اُمّت کی جانب بڑھ رہی ہے، کیونکہ یہ اقوام آج اپنے پر حجت اور گواہی خود قائم کر رہی ہیں، پس ہمارے لئے فتح کی خوشخبری ہے۔ ہم اللہ عزّوجل سے دعا گو ہیں کہ ہمیں اِس (فتح) کے اسباب میں شامل فرمائے، اور اِس میں ہمارے لئے کارکردگی کا حصہ بھی رکھے، کیونکہ جس زمانے میں اسلام کے لئے دوسری مرتبہ ریاست قائم کی جائے گی (یعنی وہ آئندہ اسلامی خلافت جس کی بشارت احادیث میں ہے) اُس وقت بہت عظیم اجر ہیں جو (اس کاوش میں حصہ لینے والے) لوگوں میں بانٹے جائیں گے۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمایئے، شرک اور مشرکین کو ذلیل کر دیجیے - جو آپ کے اور آپ کے دین کے دشمن ہیں،

اے اللہ فلسطین، افغانستان، عراق، کشمیر، صومالیہ اور ہر جگہ میں مجاہدین فی سبیل اللہ کی مدد فرمایئے، اے اللہ اے ارحم الراحمین آپ اُن کا ساتھ دیجیے، اے اللہ اُن کی صف کو یکجا کر دیجیے، اُن کے وار نشانے پر بٹھایئے، اُن کی بات کو حق پر ہم آہنگ کر دیجیے،

اے اللہ ہم آپ کو اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں کرتے ہیں، اے اللہ آپ اُن (دشمنوں) کی تعداد شمار کر لیجیے اور اُنہیں چن چن کر قتل کیجیے، اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیے، اے اللہ اُن کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیجیے اور اُن کی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیجیے، بے شک آپ قوی و عزیز و حکیم ہیں،

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرمایئے اور ہمیں آخرت میں بھلائی عطا فرمایئے اور ہمیں اور ہمارے والدین کو قبر اور آخرت کے عذاب سے بچایئے، اے عزیز اے غفار!

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً

اللہ کی رحمت اور بہت زیادہ سلامتی ہو سیدنا محمد پر اور اُن کے آل و اصحاب پر

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

[مترجم کا نوٹ]

ایک اور روشن مثال:

"إذا أراد الله أمراً هيّأ له أسبابه" (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے) کے اصول پر مبنی، تاریخ سے ثابت ایک انتہائی ٹھوس اور درخشاں مثال غزوۂ بدر کے موقع پر دیکھنے میں آتی ہے۔

سورۃ الانفال (8): آیات 42-44، مع ترجمہ و تفسیر احسن البیان:

﴿إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ 42

"جبکہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے[1] اور قافلہ تم سے نیچے تھا[2]، اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم وقت معین پر پہنچنے میں مختلف ہو جاتے[3] لیکن اللہ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا جو مقرر ہو چکا تھا تاکہ جو ہلاک ہو' دلیل (یعنی یقین جان کر) ہلاک ہو اور جو زندہ رہے' وہ بھی دلیل پر (حق پہچان کر) زندہ رہے[4] بے شک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔"

﴿إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ 43

"جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی، اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے[5]۔"

﴿وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ 44

"جبکہ اس نے بوقت ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے[6] تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو کرنا ہی تھا[7] اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔"

تفسیر:

(1) دنیا - دُنُوٌّ سے ہے بمعنی قریب۔ مراد وہ کنارہ ہے جو مدینہ شہر سے قریب تھا۔ قصویٰ کہتے ہیں دور کو۔ کافر اس کنارے پر تھے جو مدینہ سے نسبتاً دور تھا۔

(2) اس سے مراد وہ تجارتی قافلہ ہے جو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام سے مکہ جا رہا تھا اور جسے حاصل کرنے کے لئے ہی دراصل مسلمان اس طرف آئے تھے۔ یہ پہاڑ سے بہت دور مغرب کی طرف نشیب میں تھا، جبکہ بدر کا مقام، جہاں جنگ ہوئی، بلندی پر تھا۔

(3) یعنی اگر جنگ کے لئے باقاعدہ دن اور تاریخ کا ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ یا اعلان ہوتا تو ممکن بلکہ یقین تھا کہ کوئی فریق لڑائی کے بغیر ہی پسپائی اختیار کر لیتا لیکن چونکہ اس جنگ کا ہونا اللہ نے لکھ رکھا تھا، اس لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے گئے کہ دونوں فریق بدر کے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل بغیر پیشگی وعدہ وعید کے صف آرا ہو جائیں۔

(4) یہ علت ہے اللہ کی اس تقدیری مشیت کی جس کے تحت بدر میں فریقین کا اجتماع ہوا، تاکہ جو ایمان پر زندہ رہے تو وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور اسے یقین ہو کہ اسلام حق ہے کیونکہ اس کی حقانیت کا مشاہدہ وہ بدر میں کر چکا ہے اور جو کفر کے ساتھ ہلاک ہو تو وہ بھی دلیل کے ساتھ ہلاک ہو کیونکہ اس پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ مشرکین کا راستہ گمراہی اور باطل کا راستہ ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد تھوڑی دکھائی اور وہی تعداد آپ نے صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائی، جس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے، اگر اس کے برعکس کافروں کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو صحابہ میں پست ہمتی پیدا ہونے اور باہمی اختلاف کا اندیشہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں سے بچا لیا۔

(6) تاکہ وہ کافر بھی تم سے خوف کھا کر پیچھے نہ ہٹیں۔ پہلا واقعہ خواب کا تھا اور یہ دکھلانا عین قتال کے وقت تھا، جیسا کہ الفاظ قرآنی سے واضح ہے۔ تاہم یہ معاملہ ابتدا میں تھا۔ لیکن جب باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی تو پھر کافروں کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت 13 سے معلوم ہوتا ہے۔ بعد میں زیادہ دکھانے کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ کثرت دیکھ کر ان کے اندر مسلمانوں کا خوف اور دہشت بیٹھ جائے، جس سے ان کے اندر بزدلی اور پست ہمتی پیدا ہو، اس کے برعکس پہلے کم دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ وہ لڑنے سے گریز نہ کریں۔

(7) اس سب کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہوا تھا وہ پورا ہو جائے۔ اس لئے اس نے اس کے اسباب پیدا فرما دیئے۔

عربی لیکچر کی آڈیو فائل

Arabic Lecture Audio File

https://archive.org/details/izaaradallah